دینی علمی اور روحانی اردو رسالہ

ماہنامہ

اشرف العرفان

دربھنگہ

مدیر مسئول :- حکیم عبدالمنان الصدیقی

= مقام اشاعت =

مدرسہ اشرفیہ عربیہ پوہدی بیلا ضلع دربھنگہ

بچوں کے

لیڈی بیلا

DDI BELA,

پیغامِ حیات !!



بالک جیون

بے بی ٹانک

شیرخوار اور ننھے بچوں کا دل پسند ٹانک، بچوں کے تمام امراض مثلاً قے، دست، بدہضمی، دانت نکلنے کے وقت معدہ کی تمام خرابیوں۔ نزلہ زکام، بخار، کھانسی اور پسلی کا چلنا، سوکھا مرض، پیٹ کی چھوت وغیرہ میں اکسیر کا کام دیتا ہے

قیمت فی شیشی :- ایک روپیہ پچاس پیسے

تیار کردہ :- نیشنل دواخانہ کلکتہ ۱۲

دانتوں کے جملہ امراض اور پائیریا میں بیحد مفید ہے

موتی منجن

مسوڑھوں میں درد ہو، مسوڑے پھول جائیں دانتوں کی جڑوں سے خون پیپ آتی ہو، دانتوں کی جڑیں ڈھیلی پڑ گئی ہوں پانی لگتا ہو منہ سے بدبو آتی ہو تو موتی منجن کا استعمال بیحد مفید ہے اور دانتوں کی قدرتی چمک قائم رہتی ہے

پائیریا جیسے مہلک امراض سے بچئے !



قیمت فی شیشی :- ۷۵ پیسے

تیار کردہ :- نیشنل دواخانہ کلکتہ ۱۲

رجسٹرڈ نمبر آر-این ۱۷۲۰۹/۶۸

ماہنامہ
اشرف العرفان
دربھنگہ

بدل اشتراک
عام خریداروں سے
ساڑھے چھ روپے سالانہ
عام معاونوں سے
۱۰ روپے سالانہ
غریب طلباء سے
۵ روپے سالانہ

فی پرچہ
۶۰ پیسے

ایڈیٹر
حکیم عبد المنّان الصدیقی

خصوصی اعانتیں
سرپرست حضرات سے یکمشت
۱۰۰ روپے
اراکین سے یکمشت
۵۰ روپے
خصوصی معاونین سے یکمشت
۲۵ روپے

جلد ۲ | ماہ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۶۹ء | شمارہ ۵

فہرست مضامین

۱-	نقوش و تاثرات		۲-۳
۲-	عرفان مجذوب	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	۴
۳-	شہید اعظم کی یاد اور ہمارا کردار	جناب مولانا امان اللہ صاحب سعد پوری	۵-۱۰
۴-	سراج الملفوظات	سراج الملۃ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مدظلہ	۱۱-۱۸
۵-	عالم آخرت اور ضمیر انسانی	سید قطب شہید	۱۹-۲۵
۶-	جنت کی نعمتیں	حکیم عبد المنان الصدیقی	۲۶-۲۷
۷-	ایک اصلاحی مضمون	مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ	۲۸-۳۰
۸-	قطعات مجذوب	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	۳۱
۹-	مراسلات بنام ایڈیٹر	....	۳۲

(مرتب محمد نبی اختر عزیزی مظفرپوری)

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر حکیم عبد المنان الصدیقی نے "بلبل لیتھو پریس" رمنہ روڈ، پٹنہ ۴ سے چھپوا کر دفتر "اشرف العرفان" مدرسہ اشرفیہ عزیزیہ، پوسٹ بیلا (دربھنگہ) سے شائع کیا

باسمہ تعالیٰ

DI BELA,

نقوش و تاثرات

ہم اپنے پروردگار کی رحمتوں کے آگے سر بسجود ہیں کہ اس نے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہمیں "اشرف العرفان" کے صفحات کے واسطے سے قوم و ملک، دین و مذہب، تاریخ، "زبان پاک" اردو کی خدمتوں کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اردو زبان "زبان پاک" کہلانے کی بلاشبہ مستحق ہے کیوں کہ اس نے اپنے سینہ کو قرآن پاک، احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم، فقہ و تصوف اور علم اخلاق جیسے بے شمار پاکیزہ علوم و فنون سے منور و تاباں کر لیا ہے۔

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اتنے محض اپنے فضل و کرم سے ہماری نااہلیت کے باوجود ہمارے لئے ایسی فضا پیدا فرما دی جو ہمارے لئے خدمت دین اور خدمت علم و ادب کا موقع فراہم کر سکی اور اس طرح ماہنامہ اشرف العرفان کے پہلے سال کو ہم نے زیر نظر شمارہ پر بحسن و خوبی تمام کیا۔ فالحمدللہ

اس ایک سال کی مدت میں ہمارے ساتھ قارئین کرام، معزز معاونین و اراکین اور کرم فرما اہل نگارش اور معاصر جرائد و صحائف نیز سرپرست حضرات نے جس حسن و اخلاق، فراخدلی، قدردانی، ہمت افزائی اور صدق و محبت کا ثبوت پیش کیا ہے اس کا بدلہ ہم اپنی کوتاہیوں پر نظر کر کے ادا کرنے سے قاصر ہیں اور سبھی حضرات کے دلی شکریہ کے ساتھ اپنے دل و زبان سے حق تعالیٰ کے دربار میں دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ؎

از دست گدائے بےنوا ناید ہیچ
جز این کہ بصدق دل دعائے بکند

حق تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

ہم اپنے ان تمام معززین سے یہی درخواست کرتے ہیں اور یہی امید بھی رکھتے ہیں کہ وہ ماہنامہ "اشرف العرفان" کی سرپرستی، معاونت، رکنیت کو برقرار رکھتے ہوئے ہمارا تعاون فرماتے رہیں گے۔

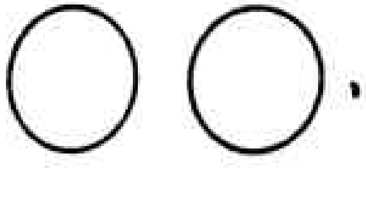
ہمارا عزم مصمم ہے کہ ہم اس عظیم ترین دینی خدمت کو نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح و بہبودی، ظاہری و باطنی خوبیوں ترقی کی انتھک کوششوں میں بھی مصروف رہیں گے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور ذریعہ آخرت بنا دیں آمین۔

ہم نے ابتدائی چند ماہ کے بعد یہ وعدہ کیا تھا کہ سہولت ہوتے ہی اشرف العرفان کے صفحات میں اضافہ کر دیا جائے گا، ہمارے قارئین کرام اور اہل قلم حضرات کے دونوں ہی طبقے برابر انتظار فرماتے رہے کہ اشرف العرفان کے صفحات میں اضافہ کا اعلان ہو، اگر مشکلات اور پیچیدگیاں روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں۔ افسوس ہے کہ ہم نے اب تک اپنے کرم فرماؤں کو انتظار کی تکلیف دی اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

ہمارے بعض احباب ایسے بھی ہیں جن کے صدق و خلوص اور اعتماد پر ان کے نام ماہنامہ "اشرف العرفان" ان کی فرمائش پر بلا ادائے قیمت ہم نے برابر نہایت پابندی کے ساتھ بھیجا، ہمیں امید تھی کہ یہ حضرات خود بھی اپنی قدردانی کا ثبوت پیش کریں گے اور نیز ہمارے مطالبہ کے ماہنامہ "اشرف العرفان" کا کم سے کم سالانہ چندہ ہی ضرور روانہ فرما کر شکرگذار کریں گے، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ ان مخلصین کی عدم توجہی کے وجہ سے ادارہ میں فنڈ کی اتنی کمی ہو گئی کہ ہم اپنے منصوبہ اور عزائم کو کما حقہ نہیں پورا کر پاتے ہیں۔ ان سطور کے بعد آپ کے سامنے دو دائرے ہیں جن میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ پچھلے سال کی قیمت بھی آپ کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اس لئے آپ براہ کرم سال گذشتہ کے چندہ کی رقم کے ساتھ سال آئندہ کی رقم بھی روانہ فرمائیں اگر دونوں دائروں میں سرخ نشان نہیں ہے بلکہ صرف ایک دائرہ میں سرخ نشان لگا دیا گیا ہے تو آپ کو سمجھنا چاہئے کہ آپ کا چندہ ختم ہو گیا ہے اور جون سنہ ۱۹۶۹ء سے آپ کا نیا سال شروع ہو رہا ہے، لہٰذا فرصت میں آئندہ سال کے لئے زر اعانت بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر اپنی سرپرستی جاری رکھیں۔

مسرت بخش اطلاع

ہم اپنی گوناگوں پریشانیوں کے باوجود محض حق تعالیٰ کے فضل و رحمت کی امید پر دلی مسرت کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ماہنامہ اشرف العرفان کے صفحات جون سنہ ۱۹۶۹ء سے بجائے ۳۲ صفحات کے ۴۰ صفحات ہوا کریں گے، ہمیں امید ہے کہ جملہ حضرات قارئین، خریداران، معاونین عمومی، معاونین خصوصی، اراکین و سرپرست حضرات ہماری ہمت افزائی فرمائیں گے اور بقاء و استحکام کی دعا بھی فرماتے رہیں گے حق تعالیٰ ہماری امداد فرمائیں آمین۔



عبدالمنان الصدیقی

مدیر ماہنامہ "اشرف العرفان"

عرفان مجذوب رح

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوبؔ کی ایک لمبی نظم کے منتخب اور پسندیدہ اشعار ہدیۂ قارئین کر رہے ہوں امید ہے کہ بنظر استحسان دیکھا جائے گا موصوف حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے گذرے ہیں۔ (مدیر)

حال میں اپنے مست ہوں غیر کا ہوش ہی نہیں
مجھ میں سبھی ہنر سہی، تاب تو ضبط کی نہیں
ٹھہرے گا دل، تھمیں گے اشک، آہ مگر ابھی نہیں!
کھٹکا ہی تو بڑا سہی، یہ بھی اک آگہی!
دل ہے امید و بیم میں، کشمکش عظیم میں
مے یہ ملی نہیں ہے یوں، قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
مال و زر و دل و جگر، کر دے سبھی کو وقف نذر
کچھ بھی ہو عشق میں روا، اتنی بھی بد ظنی نہیں
میکشو یہ تو مے کشی، رندی ہے میکشی نہیں
کیا میں کہوں کہ کیا ہوں میں، پتلا اک آگ کا ہوں میں
شیشہ ہے، جام ہے نہ خم اصل تو رونقیں ہیں گم

رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں
شرط منفا وہاں یہی، اور یہاں یہی نہیں
غم سے ہوا یہ دل لگی نہیں، رونا ہے یہ ہنسی نہیں
مجھے جو تو کو منتہی، وہ ابھی مبتدی ہی نہیں
بیٹھے ہوئے حریم میں، ہاں ہے کبھی کبھی نہیں
کیوں میں کسی کو معرفت دوں ہاں، مئے میری مفت کی نہیں
بندگی اور بقید سر و ننگ، ہے بندگی نہیں
کہتے ہیں وہ ابھی نہیں، سنتا ہوں میں کبھی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں، آنکھوں کی تم نے پی نہیں
کب سے تو رو رہا ہوں میں دل کی لگی بجھی نہیں
لاکھ سجا رہے ہو تم، بزم ابھی سجی نہیں

رہتا ہوں لے لب و دہن روز و شب ان سے ہم سخن
جانِ سخن ہے اے حسنؔ، یہ میری شاعری نہیں

شہیدِ اعظم کی یاد میں ہمارا کردار!

(از:- جناب مولانا امان اللہ صاحب سعدی پوری)

مدرسہ اسلامیہ چکنوٹہ ضلع مظفرپور (بہار) میں ۱۳۸۷ھ سے ہر سال عاشورہ کے موقع پر ۹، ۱۰ محرم کو تلاوت کلام اللہ مجید ذکر و فکر کے خصوصی پروگرام کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں دسویں محرم کی تاریخی عظمت کی یاد دلاکر اسلام کے ہر نقش کو ابھارنے بدعات بالخصوص کے مٹانے کے متعلق طلبا اپنا پُرجوش جذبہ پیش کرتے اور مسلمانوں کے دینی جذبات سے اپیل کرتے ہیں۔

مقالہ نگار نے پیش نظر مقالہ اسی موقع پر پیش کرنے کو تیار کیا تھا ہماری درخواست پر اشرف العرفان میں اشاعت کے لئے عنایت کیا ہے موصوف ضلع دربھنگہ کے ایک مشہور عالم و عارف حضرت مولانا عبدالواسع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سعدی پوری جو مناجات مقبول کے مولف تھے، کے خاندان کے ہونہار صالح نوجوان اور حضرت مولانا محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرسنگھ پوری کے نواسے ہیں مدرسہ اسلامیہ چکنوٹہ میں صدر مدرس اور خدمات درس و تدریس کے علاوہ تبلیغ و اشاعت کا صحیح اور مخلصانہ جذبہ بھی رکھتے ہیں حق تعالےٰ ان کی خدمات مقبول فرماکر صدق و اخلاص اور اپنی رضا نصیب فرمائیں۔

مدیر

اے اللہ!

تو اپنی ذات اقدس میں آپ ہی محمود ہے، ہم تیری حمد کا حق ادا نہیں کر سکتے! آسمان و زمین کے ذرہ ذرہ کی زبان پر تیری ہی تسبیح ہے اور وہ تیری پاکی کے حضور جھکے ہیں!

اے اللہ!

اپنی حمد تو خود جانتا ہے یا پھر تیرے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی —

اے اللہ!

ہم تیرے حضور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پیش کرتے ہیں! ہمیں اپنی حمد کا حق ادا کرنے والوں میں شامل فرمائیے ــ

اے اللہ!

ہم تیرے حضور، آپ کی مقدس محبوبیت کا واسطہ پیش کرتے ہیں! تو اپنے محبوب کے وجود پاک پر ایسے درود و سلام کا نزول فرما جو تیری ذات اقدس کو لائق ہے ــ

اے اللہ!

ہم تیرے دربار میں تیرے محبوب کے محبوب نواسے جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت سیدنا امام حسین شہید رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیارے ساتھیوں کے لیے سلاموں کا نذرانہ لے کر حاضر ہوتے ہیں ــــ ہمارا یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیے اور ہمارا سلام ان کی ارواح مقدس کو پہنچا دے!

اے اللہ!

ہم تیرے حضور ایک معصوم شوق کے ساتھ تیرے محبوب کے محبوب جنت کے "پھولوں" کو لے کر حاضر ہوئے ہیں (یہ مقالہ بچوں کی طرف سے لکھا گیا ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو "جنت کا پھول" فرمایا ہے، اس جملہ میں اسی طرف اشارہ ہے)

رب العالمین!

تیرے محبوب کا واسطہ، تیرے محبوب کے محبوب نواسے جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کی سعادت کا واسطہ، جنہوں نے تیرے دین کے ہر نقش پر اپنی جان اور اپنے خاندان کو قربان کر کے امت مسلمہ کیلئے پاکیزہ نقش قائم کر دیا ــــ جنہوں نے اپنے خون سے یہ شہادت دی کہ مومن وہی ہے جسے اسلام کا ایک ایک نقش عزیز ہو ــــ جنہوں نے اپنی شہادت سے یہ نقش کر دیا کہ مومن [illegible] اسلام کے کسی ایک نقش کو مٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ــــ جنہوں نے اپنے خون سے لکھ دیا کہ دین میں کسی بدعت کی کوئی گنجائش نہیں ــــ اور اگر یہ بدعت پیدا ہونے لگے تو مومن کو وہ دل ہی سے کچلنے کے لئے سر سے کفن باندھ کر نکل پڑنا چاہئے!

ارحم الراحمین!

اپنے ان معصوم بچوں کی تمنائیں قبول فرمائے، ان کا شوق پورا فرما دے، انہیں شہداء کربلا کی ارواح مقدسہ کی استقامت کی توفیق عطا فرما دے!

اے شہداء کربلا کی ارواح!

ہمارا سلام قبول فرمائیے، اللہ کے ان معصوم بندوں کا سلام قبول فرمائیے ــــ آپ آج اس دنیا میں زندہ نہیں ہیں ــــ لیکن اللہ کی راہ میں اپنی جانوں پر کھیل کر آپ نے جو حقیقی زندگی حاصل کی ــــ وہی زندگی کی جان ہے ــــ زندگی تو وہی ہے جو دین کے کام آئے زندگی تو دراصل آپ کی زندگی تھی، جو اللہ کے لئے دنیا میں رہی اور اللہ ہی کے لئے دنیا سے گئی ــــ آپ درحقیقت زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو عطا فرمایا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور ؟

اور اس بات پر مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان آپ کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں، ان کے لئے بھی کسی خوف و رنج کا موقع نہیں آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا

لیکن ــــ !

اے شہدائے راہ حق! یہ تو آپ کی شہادت ہے —— اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے اپنے رب سے اجازت لے کر اس دنیا کی سیر کیجئے —— "نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر" کہیں شاید ہی اس اطمینان کی تصدیق ہو۔ الا ماشاء اللہ — آپ کی روح بے چین ہو جائے گی! ہماری حالت کا مشاہدہ کر کے ہماری حالت نہیں —— اللہ کے دین مقدس کی حالت کا مشاہدہ کر کے —— اور —— آپ شاید ہمیشہ جہاد کے لئے بے چین ہو جائیں گے۔

آپ حضرات رنجیدہ نہ ہوں! خود تشریف لا کر ملاحظہ فرمائیں —— ہمیں معلوم ہے، آپ خود بار بار شہادت کا لطف حاصل کرنے کو بے چین ہوں گے، جنت کا لطف و سرور بھی شہادت کے مقابلے میں آپ کو ہیچ معلوم ہوتا ہوگا جو راہ حق میں جان دیتے وقت آپ کو حاصل ہوا ہوگا۔

آپ کے محبوب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ "جو شخص نیک عمل لے کر دنیا سے جاتا ہے اسے اللہ کے ہاں اس قدر پر لطف اور پر کیف زندگی حاصل ہوتی کہ جس کے بعد وہ کبھی دنیا میں آنے کی تمنا نہیں کرتا —— مگر شہید اس سے مستثنیٰ ہے —— وہ تمنا کرتا ہے کہ پھر دنیا میں بھیجا جائے اور پھر اس لذت، اس سرور اور اس نشے سے لطف اندوز ہو جو راہ خدا میں جان دیتے وقت اسے حاصل ہوا تھا۔" لیکن یہ اللہ کی سنت نہیں کہ دار الجزا کسی کو بھی دوبارہ دار العمل میں بھیجدے —— پھر بھی —— اے ارواحِ شہدا! اللہ کی راہ میں اگر خون بہانے کی آپ کو دوبارہ اجازت نہیں ملتی تو کم از کم ہمارے "وطن" پر چار آنسو بہانے کی اجازت حاصل کر لیجئے!

نہ پوچھئے کہ آپ کے بعد ہم موت سے کیسے خوف زدہ ہو گئے[1] لیکن دیکھئے تو ہماری کیا حالت ہو گئی۔ ہماری جانیں ہی نہیں عزت و آبرو بھی، دین و ایمان کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے جذبہ احساسات سے عاری ہیں، انہیں باطل کے خلاف کوئی تحریک چلتی نظر نہیں آتی بلکہ اکثر باطل کی تائید میں مجبور ہو کام بھی دیتے ہیں الا ماشاء اللہ —— یہی نہیں پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا انڈونیشیا، ملائیشیا، افغانستان، عراق، شام، ترکی، مصر اور ان تمام علاقوں میں جہاں اکثریت اتنی غفیر مسلم ملکی آبادی میں اسلام خود ان کے ظلم کا شکار ہے۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے، جس کے ایک جز "خلافت راشدہ" کے ایک گوشہ پر آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا —— پھر غور کیجئے —— حجاز مقدس کے گوشہ گوشہ میں تلاش کیجئے "خلافت راشدہ" تو در کنار "خلافت یزید" کی سی خلافت کا بھی نام و نشان موجود نہیں ہے —— اور —— یہی نہیں کہ

---

[1] ایک موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا جب مسلمان دوسری قوموں کے درمیان اس طرح ہو جائیں گے جس طرح سمندر کے موجوں میں تنکا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اس وقت ان کی تعداد کیا ہو گی؟ آپ نے فرمایا اس وقت سے بہت زیادہ —— صحابہ رضہ نے عرض کیا پھر ان کا ایسا حال کیوں ہو گا ——

آپ نے فرمایا کہ ان میں وہن پیدا ہو جائے گا۔ صحابہ رضہ نے پھر دریافت کیا کہ وہن کیا ہے؟ فرمایا "دنیا کی محبت اور موت کا خوف"۔

نشان منظر آ ئے گا ابھرتے ہوئے نقش کو مٹا دینے کی کوشش نظر آئے گی۔

دیکھئے !

یہ مصر ہے ـــــ جس کے ملک کو کبھی آپ کے امیر کے حکم کے خلاف دم مارنے کا یارا نہ تھا ـــ لیکن یہ مصر آج اسلام کا نہیں فرعون کا مصر ہے

اور ـــ

دیکھئے ! ......

یہ "اخوان المسلمین" کے شہیدوں کی قبریں ہیں

یہ مصر کا قید خانہ ہے اس دور کی "کال کوٹھری" جہاں چالیس ہزار اخوانی ہر سانس اسلام کے حق پر نچھاور کر رہے ہے ـــ

ـــ ان کا جرم کیا ہے ؟ وہی جرم جس کے لئے آپ نے کربلا کے میدان میں جان اور خاندان کی قربانی پیش کی تھی ـــــ

ـــ اور یہ ہے عراق و ایران ! جس کی دھاک کا گیسو آج بھی تابدار ہے ـــ لیکن افسوس "قافلہ حجاز میں کوئی" حسین "نہیں" ! اسلام سے اس کی بیوفائی آج بھی ایسی ہی ہے جیسے آپ سے ہوئی تھی ـــ اور یہ بیت المقدس ہے ـــــ اسلام کے عروج و زوال کی لازوالی نشانی ! ـــ جسے عیسائی بطریق نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کنجی گزرنے پر تذکرہ دیا تھا ـــ اور ـــ جہاں یہودیوں اور عیسائیوں نے امیر المومنین سے پناہ مانگی تھی !

لیکن افسوس !

ہماری شامت اعمال سے آج وہ مغضوب و ملعون یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ اب عیسائیوں اور یہودیوں کو ہماری پناہ کی نہیں ـــ بلکہ ان یہودیوں کو ان کی پناہ کی طلب ہے۔

آپ تو ہمیں مومن ہی نہیں سمجھیں گے ـــــ آپ لوگ تو انہیں بھی منافق سمجھتے تھے جو نماز کی جماعت میں غفلت کرتے تھے۔ لیکن آج تمام مسجدوں کو پھر کر دیکھ لیجئے پانچوں وقت کی جماعتوں میں پوری ایک صف بھی شاید ہی کہیں کہیں نظر آئے جن میں "سید، شیخ" کم اور بے چارے "مومن" زیادہ نظر آئیں گے ـــــ اور دیکھئے یہ ہے دس تاریخ محرم کی۔ حق و باطل کے معرکہ کی لازوال تاریخ ـــ آپ کی شہادت کی یادگار ! ـــــ یہ دیکھئے ! ہر محلے سے تعزیہ کا جلوس نکل رہا ہے۔ لوگ اس کی طرف دوڑ رہے ہیں، اس ہنگامے کو سنیئے، اس ہنگامے کو سنئے آپ کی سمجھ میں شاید آ نہیں رہا ہوگا، یہ آپ کے نام کا نعرہ لگا رہے ہیں ـــــ آپ تو اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تھے اور اس نعرے کے سوا شاید کبھی دوسرے نعروں سے مانوس بھی نہ تھے۔ بھلا اس نعرے کو کس طرح سمجھیں گے ـــ لیکن یہ آپ ہی کے نام کا اور آپ کے والد بزرگوار کے نام کا نعرہ ہے جسے اس طرح بے ادبی[1] اور نام کی خرابی کے ساتھ لگا رہے ہیں ـــــ بقر عید اور عید کی نمازوں کو جاتے آتے ان کے حلقوں سے تکبیر کی آواز ہی نہیں نکلتی ـــــ ان کے ہاتھوں میں تلواریں بھی ہیں لیکن یہ تلواریں ایمان کی دھار اور کیا لوہے کی

ـــــ

[1] آپ کے نام کی بے ادبی کر کے اپنے زعم باطل میں اسلام کا رعب بٹھال رہے ہیں اور ہندوستان کے ہر گاؤں میں اسی طرح آج کربلا کی یادگار رسالی جاری ہے کیا آپ ان کی باتوں سے خوش ہیں ؟

دھاردار بھی نہیں۔ یہ ٹین کے پتروں سے بنائی گئی ہیں۔
اور ان کے کندھوں پر سپر بھی ہیں، لیکن یہ سپر وار
روکنے والے نہیں صرف کھیل دکھانے کیلئے ۔۔ بانس کی
تیلیوں اور رنگین اور چمکیلے کاغذ کے ٹکڑوں سے بنائے
گئے ہیں۔
اور یہ باڑہ ہے جسے یہ لوگ امام باڑہ کہتے ہیں جو در
حقیقت ایمان بگاڑنے کا اکھاڑہ ہے۔
دیکھئے !
یہاں آپ کے نام کی مشاقی کی جاری ہے، آپ کے نام
سے منتیں مانی جاتی ہیں، کھچڑے، شربت، مٹھائیاں اور قسم قسم کے
دیگ چڑھائے جاتے ہیں ۔۔
آہ ! ٹھیک اسی طرح جس طرح بتوں پر مرغیاں اور
دلی دیتاؤں کے استھانوں پر ۔۔۔۔۔۔۔۔ !؟
لوگ آپ کے مقدس نقش قدم کے مطابق اللہ کے
دین پر سب کچھ نچھاور کر دینے کی بجائے بڑی عقیدت کے ساتھ
آپ کے مقدس نام پر اپنا دین و ایمان قربان کر رہے ہیں !
اے ارواح شہداء !
آپ خود ہی سوچئے ! دین سے زیادہ اور کون سی
عزیز چیز ہو سکتی تھی جو یہ آپ کی محبت میں آپ کی نذر کرتے ؟
کیا آپ ان سے خوش نہیں ہیں ! ؟
انہیں آپ سے ایسی امید نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ !
آہ ! یہ اسی دھوکے میں کھوئے ہوئے ہیں۔
اور یہ دیکھئے ۔۔ یہ ہے گھوڑا ! جو ایک زمانے سے
آپ کے مقدس نام پر اس باطل رسم کی امامت کرتا آ رہا تھا ۔۔
لیکن ۔۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو اسلام
کے لئے کھول دیا ہے، اس نے اس باطل اکھاڑے کو اکھاڑ
پھینکا ۔۔۔۔۔۔
اس نے اس راہ میں کسی ملامت کی پروا نہ کی ۔۔۔۔۔۔
ہاں ! قرآن کے لئے تمام دین و دنیا تج دیجئے ۔۔۔۔۔۔
ملامت کرنے والے ملامت کر رہے ہیں، دھمکی دینے
والے دھمکیاں دے رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔
یہ دھمکی دیتے ہیں ہم ایسے مدرسہ کو ختم کر دیں گے،
جو ہمارے باپ دادا کے طریقے اور دین کو برا کہے۔
اے ارواح شہداء !
کیا حکم ہے آپ کا ؟ ۔۔۔
کیا ہم ان سے ڈر جائیں ۔۔۔۔۔۔ ؟
ہم ان کی بات مان لیں ۔۔۔۔۔۔ ؟
ہم کھلی آنکھوں بنیادی توحید کو مٹتا ہوا برداشت کر لیں ۔۔ ؟
آپ کی مبارک زندگی اور آپ کی مقدس سیرت سے
ہمیں ایسا اشارہ نہیں ملتا ۔۔۔۔۔۔ !
آپ کی زندگی سے تو یہی شہادت ملتی ہے کہ اسلام کے
ہر نقش پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینا ہی کامیابی ہے ۔۔۔۔۔۔
ظالموں نے آپ کے معصوم بچے تک پر رحم نہ کھایا، پورے
کنبے پر پانی بند کر دیا، لیکن آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ خاندان
کا ایک ایک فرد قربان کر دیا، اپنی جان قربان کر دی لیکن حق کی آن
نہیں جانے دی ۔۔۔۔۔۔
آپ کی سنت کے مطابق ہم اعلان کرتے ہیں ہم اس حق
پر جو آپ کے محترم نانا جان کے صدقے ہمیں نصیب ہوا ہے، ایک
نہیں ایک ہزار مدرسے قربان کر دیں گے۔
اے ارواح شہداء !

افسوس ہم زمانہ کے اعتبار سے بھی اور روحانی زندگی کے اعتبار سے بھی، دینی زندگی کے اعتبار سے بھی آپ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ آپ کی زندگی میں ہمارے لئے، قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے نادر سبق ہے ۔

لیکن افسوس، اور پھر افسوس کہ ہماری روح میں وہ صلاحیت نہیں رہی ۔ آپ ہمارے لئے دعائے خیر کیجئے ۔

مدرسہ اسلامیہ چکنوٹہ کے ان معصوم صورتوں کو دیکھئے !

ان کے سینے دین پر نثار ہو جانے کے مقدس جذبہ سے سرشار ہیں، ان سب نے باطل عقیدہ اور باطل جذبات کو اپنے قدموں سے مسل ڈالا ہے ۔

لیکن افسوس ...... !

ان کے جذبات کے لئے ماحول کا سینہ تنگ ہے، زمانے کا جغرافیہ تنگ ہے، یہ اپنے معصوم جذبے کو لے کر آپ کے روحانی فیض کے دربار میں کھڑے ہیں، انھیں اپنے سینوں سے لگا لیجئے، ان کے سینوں میں اپنا شوق شہادت بھر دیجئے، ان کے دلوں کو جذبۂ جہاد کے نور سے منور کیجئے ۔ انھیں توحید اتحادی کے جذبہ وہ سب کچھ دیجئے جو زمانے میں دین کو غالب کرنے کے لئے درکار ہے ۔ ہمیں معلوم ہے آپ اپنے غلبۂ شوق کے باوجود اللہ کے اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے ۔ لیکن ہماری التجا ہے کہ آپ کو اللہ کے دربار میں شہادت کا جو اعلیٰ مقام حاصل ہے اس کے واسطے اذن طلب کیجئے آخر ہم اس وحشت بھری تیرگی میں یہ کہاں جائیں ؟ کس کا وسیلہ پکڑیں ؟

اے ارواح شہدائے کربلا !

جس جذبے کو لے کر آپ کربلا کے میدان میں نکلے تھے جس جذبے سے آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا آج یہ بچے اسی جذبہ، اسی شوق اور اسی ایمان کے طالب ہیں ۔ یہ معصوم بچے آپ کے مکتب عشق میں داخلہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں ۔ انہیں اپنے شوق شہادت کے مدرسہ میں داخل کر لیجئے !

سلام ! شہدائے کربلا کی ارواح مقدس پر

سلام ! کربلا کی زمین پر جو خون شہدا کی مقدس امین بھی ہے

سلام ! چکنوٹہ کی سرزمین پر جس نے باطل کو ٹھکرا دیا اور سلام ! ان پر جو اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے حق کو قبول کر لیں ۔

اے اللہ ! ان سب کے لئے ہمارا سلام اور ہماری دعائیں قبول فرما لیجئے !

بقیہ جنت کی نعمتیں

نیز یہ ایک شناخت بھی بلند عالیشان جنتی محلوں میں داخل ہونے والوں کی ہو گی کہ ایسے لوگ جو ان صفات سے متصف ہوں گے جن کا ذکر حدیث پاک میں ہے، اس علو مرتبہ سے سرفراز ہوں گے، مختصر یہ کہ جو لوگ بغیر لحاظ جان پہچان کے سب کو سلام کرتے ہوں گے، نیز یوں مسافروں، مسکینوں، یتیموں اور قرابت مندوں کو کھانا کھلاتے ہوں گے ۔ روزوں کی کثرت کرتے ہوں گے یا یہ مطلب ہے کہ روزوں کی مداومت کرتے ہوں گے یعنی ماہ رمضان المبارک کے روزے پابندی اور اہتمام سے رکھتے ہوں گے، نیز ایسے وقت میں جب کہ ساری مخلوق شکم چین کی نیند سو رہی ہو گی ۔ اللہ کا یہ بندہ اپنے آرام و راحت کے بستر کو چھوڑ کر نوافل تہجد پڑھا کرتے ہوں گے تو ایسے خوش نصیب لوگوں کو یہ عالیشان محل عطا فرمایا جائے گا ۔

پندرھویں مجلس - بعد نماز جمعہ

۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ - ۶ مئی ۱۹۶۶ء - روز جمعہ

سراج الملفوظات

از سراج الملۃ حضرت مولانا شاہ سراج احمد صاحب

مدرسہ اشرفیہ عربیہ پوہدی بیلا، ضلع دربھنگہ (بہار) دامت برکاتہم امروہی

مشائخ چشتیہ رحمہم اللہ متبع سنت تھے

نماز جمعہ کے بعد حضرت والا نے کچھ دیر آرام فرمایا پھر مجلس میں تشریف لائے، کچھ ابتدائی بات چیت کے بعد مشائخ چشت اہل بہشت رحمہم اللہ تعالیٰ کے متعلق ذکر آگیا تو یہ ارشاد فرمایا۔

سلسلہ چشتیہ کے اکابرین و مقبولین الٰہی کے بارے میں لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ حضرات متبع سنت نہیں تھے حالانکہ ان حضرات مقبولین پر غلبہ اتباع سنت کا ہی ہے باقی بعض اکابر کے بارے میں جو بعض ممنوعات شرعیہ کے استعمال کے واقعات مشہور ہیں وہ عذر حقیقی پر محمول ہیں،

دیکھئے ایک مسلمان بیمار پڑتا ہے، علاج معالجے سے تھک کر اپنی شفاء و تندرستی سے مایوس ہو جاتا ہے آخر میں کوئی مسلمان دیندار اور متقی طبیب اسے کسی حرام چیز کے استعمال کی اجازت دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اس حرام دوا کے علاوہ کسی دوا سے شفا نہیں ہونے کی امید ہے، تو ایسی حالت میں تداوی بالحرام کی اتنی مقدار میں جو کہ اس کے لئے ضروری ہو شرعاً گنجائش ہے، اور اسی عذر کی وجہ سے عند اللہ وہ معذور رہوگا، گنہگار نہ ہوگا۔

اسی طرح مشائخ کاملین اور مقبولان الٰہی جو روحانی طبیب ہوتے ہیں، جب کسی سالک کو دیکھتے ہیں کہ یہ فلاں مرض مثلاً کبر میں مبتلا ہے اور اس سالک کا یہ مرض اس وقت دور نہ ہوگا جب تک کہ اس سے کوئی گناہ کا صدور نہ ہو اور وہ سالک حالت عذر میں معذور ہوتا تھا،

اب زمانہ نفس پرستی کا ہے اور لوگوں نے اپنی اپنی خواہشات نفسانی کو مستی دلانے کا بہانہ تراشنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لئے اکابر کے ان حقیقی عذر کے واقعات کو اپنے لئے بطور دلیل اور حجت کے استعمال کرنے لگے ہیں، ان بزرگوں نے تو کسی پر ان ممنوعات کا استعمال دواءً کیا تھا، اپنی بصیرت باطنی سے اس کے سوا ان کے خیال میں اس کے لئے کوئی دوسرا علاج نہ تھا، اب بغیر عذر کے محض نفس پرستی کے لئے ایسا کچھ کیا جا رہا ہے، جسے زبان پر لانا دشوار ہے۔ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پر حق تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا ہے کہ حضرت کے سلسلے میں کبھی بھی کسی پیچیدہ سے پیچیدہ حالت میں بھی اتباع سنت سے ذرا بھی انحراف نہیں ہوا ہے۔

کبر کا علاج

ایک بار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ کے سہ دری میں تشریف رکھتے تھے، صحن مسجد جو سہ دری سے ملی ہوئی اور اس کے سامنے ہی ہے، اس میں ایک صاحب جو حضرت کے خادم تھے کسی دوسرے صاحب کو نصیحت کر رہے تھے،

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے پاس بلایا، اور فرمایا کہ تم جو اس شخص کو نصیحت کر رہے تھے، میں سن رہا تھا نصیحت کرنا ایک اچھی بات ہے، مگر میں نے یہ محسوس کیا کہ تمہاری اس نصیحت سے تمہارا مقصود، اپنے کو اچھا، نیک اور بڑا سمجھنا ہے اور جس کو نصیحت کر رہے تھے اس کو، گنہگار اور اپنے سے حقیر سمجھ رہے، مجھ کو تمہارے طرز کلام سے اس کا اندازہ ہوا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو صاف صاف اس سے توبہ کرلو،

ان صاحب نے اقرار کر لیا کہ "حضرت بالکل صحیح فرما رہے ہیں بات ایسی ہی ہے مجھ سے بڑی نالائقی ہوئی ہے۔ واقعی میرے اندر کبر کا مادہ موجود ہے فرمایا کہ اس کا علاج کرو یہ تو بہت مہلک مرض ہے ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہی اس کا علاج فرما دیں اور حضرت کی جو تجویز ہو اس پر میں عمل کروں" حضرت نے ارشاد فرمایا۔

"مرض کبر دل کی بیماریوں میں نہایت سخت بیماری ہے بلکہ تمام خباثت کی جڑ ہے، اس میں مبتلا رہ کر اصلاح دشوار ہے"

معالجہ کبر کے تین اجزا

اس کے علاج کے لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں۔

(۱) خانقاہ کے پاخانے صاف کرنے اور دھونے کو جو مہترانی آتی ہے، ایک صاحب تنخواہ دار اس کے گھڑے میں پانی ڈالنے پر مقرر ہیں۔ اب سے (جب تک تم یہاں ہو) روزانہ مہترانی کے گھڑے میں پانی ڈالا کرو۔ اس کی جو تنخواہ ہوگی انہیں صاحب کو ملا کرے گی، تمہیں نہیں ملے گی اور تم کو ان سے صاف کہہ کر اجازت لے کر اس کام کو کرنا پڑے گا۔

(۲) نمازیوں کے جوتوں کی جوڑیاں علٰحدہ ہو کر منتشر ہو جایا کرتی ہیں ان جوڑیوں کو لگا لگا کر رکھ دیا کرو۔

(۳) ہر نماز کے بعد کھڑے ہو کر اہل جماعت سے یہ اعلان کر کے درخواست کرنی ہوگی کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے آپ حضرات دعا کر دیجئے کہ حق تعالیٰ مجھ کو اس سے نجات دیدیں۔

تواضع کا جوش

ان صاحب نے تا مدت قیام خانقاہ میں برابر ان تینوں امور کی پابندی کی جب رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ گھر پر دو کام تو جاری رہ سکتے ہیں، مگر چونکہ وہاں پاخانہ دھونے کا رواج نہیں ہے اس لئے مہترانی کے گھڑے میں پانی ڈالنے کا کام مشکل ہے۔

ارشاد فرمایا:—

"اب اس کی ضرورت نہیں" باقی دو دونوں کام برابر کرتے رہنا، کچھ دنوں بعد ان پر تواضع کا غلبہ اتنا ہوا کہ انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:—

"میں اپنے کو نہایت ذلیل و خوار اور بہت گنہگار سمجھ رہا ہوں، اپنی برائیوں کا تصور اتنا غالب ہو چکا ہے کہ اب ظاہری دینداری کی شکل و صورت سے بھی وحشت ہو گئی ہے، خیال ہوتا ہے کہ ڈاڑھی بھی منڈوا لوں، لباس بدل ڈالوں ایسا ہو جاؤں جیسا حقیقت میں ہوں تاکہ لوگ میری ظاہری شکل و صورت سے دھوکہ

میں نہ پڑیں، اور مجھ کو دنبلار و تسلی نہ سمجھیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا۔

"یہ تو اضع کا جوش ہے، انشاء اللہ کچھ دنوں میں اس کے اندر تبدیلی پیدا ہو جائے گی، مبارک ہو! ہرگز خلاف سنت کوئی کام نہ کیا جائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس حالت پر مبارکباد دی دی اور فرمایا "حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ برکت ہے کہ پچیدہ حالات کی اصلاح کے لئے کبھی بھی خلاف سنت کی ترکیب کا استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ ظاہری بھی باعث فضل و رحمت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بخوف فرعون بھاگ نکلے، حق تعالیٰ نے انہیں مدین کی راہ پر ڈال دیا، اور چلتے چلتے وہاں پہونچے تو گاؤں سے باہر ایک کنواں تھا وہاں پر دو مضبوط آدمی پانی کو ڈول سے کھینچ کھینچ کر لوگوں کے جانوروں کو پلا رہے تھے، ذرا سا ہٹ کر حضرت شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیاں اپنے بکریوں کو روکے کھڑی تھیں، کچھ انتظار کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا۔

"تم دونوں کیوں اپنے بکریوں کو پانی نہیں پلاتی ہو؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"جب مردوں کا ہجوم ختم ہو جائے گا تب ہم لوگ اپنے بکریوں کو پانی پلائیں گی، مردوں میں گھسنا ہمیں پسند نہیں آتا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود سے اکیلے پانی کھینچا ان کے بکریوں کو سیراب کیا، لڑکیاں آج ذرا سویرے اپنے بکریوں کے ساتھ گھر پہنچ گئیں حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اتنی سویرے آج کیوں آ گئیں تو لڑکیوں نے اس کا قصہ ذکر کیا کہ "ایک مسافر نہایت تندرست اور قوی اور اس نے یہ مہربانی کی ہے اس نے سویرے پہنچا دیئے ہیں، اس نے اکیلے کنوئیں سے پانی کھینچ کر ہمارے بکریوں کو سیراب کر دیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک صاحبزادی سے فرمایا کہ جاؤ، اس مسافر کو بلا لاؤ" ممکن ہے بذریعہ وحی، یا فراست نبوت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت معلوم کر لی ہو کہ یہ بھی نبی ہونے والے ہیں۔ آتے وقت صاحبزادی آگے آگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیچھے پیچھے تھے، صاحبزادی تہبند باندھے ہوئی تھیں جو ہوا میں اڑتا تھا، اور پنڈلی کھل جاتی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی نگاہ نیچی کئے چل رہے تھے، فرمایا کہ تم پیچھے چلو اور جہاں راستہ میں غلطی ہو پیچھے سے ہی پکار کر بتلا دیا کرو۔

ان تمام واقعات کو دیکھ کر لڑکیوں نے دو باتوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق استنباط کیا، آخر تو نبی زادیاں تھیں، اپنے باپ حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا، "القوی الامین" ان کی عفت و قوت دو خوبیوں کا ذکر کیا، کہ بڑے عفت مآب، پارسا اور نہایت طاقتور ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے حالات دریافت فرمائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے بھاگنے کا اسباب اور اپنے سارے حالات بیان فرما دیئے، انہوں نے انہیں تسلی دی، اور فرمایا یہ کہا "میری یہ خواہش ہے کہ اگر تم میری یہ بکریاں آٹھ سال تک یہاں رہ کر چرایا کرو، ان کی خدمت کرتے رہو تو یہی مہر ہے جو تمہارے ساتھ اپنی اولاد دونوں میں سے ایک کا نکاح کر دوں" اور دو سال اپنی طرف سے یہ کام اور کر دو تو تم کو اختیار ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دو سال مزید کام کرنے پر راضی ہوگئے " اور نکاح ہوگیا، وہیں رہنے لگے، دس سال تک دیہات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت

جب دس سال حسب وعدہ پورے ہوچکے، اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے مصر کے لئے روانہ ہوئے شب کے وقت راستہ بھول گئے اور سردی بھی بہت تھی ذرا فاصلہ پر ایک مقام پر پہونچے دیکھا کہ کچھ آگ جل رہی ہے۔ دریافت حال اور آگ لینے کے لئے وہاں پہونچے تو نبوت سے سرفراز ہوئے اور ارشاد ہوا۔

انی انا ربک فاخلع نعلیک

انک بالواد المقدس طویٰ

آپ ہی نے آپ کو نبوت عطاء فرمادی، جائیے فرعون کو ہدایت کیجئے! عرض کیا کہ رب العالمین مجھ کو اس سے ڈر لگتا ہے اور میرا بھائی ہارون مجھ سے فصاحت و بلاغت میں ماہر ہے اسے بات چیت کرنے کی صلاحیت فرمائی ہے تو اپنے فضل سے اس کو بھی نبوت عطا فرما کر میرا معاون بنادیجئے بارگاہ ایزدی نے درخواست فوراً ہی تو قبول فرمالی،

(سبحان اللہ بھائی کی محبت بھی کیسی تھی) دو معجزے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطاء فرمائے۔

دو معجزے

ایک عصا جو سانپ بن جایا کرتا تھا، اور دوسرا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنا داہنا ہاتھ بائیں بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو وہ سورج کی طرح روشن ہوجایا کرتا تھا،

ستر ہزار جادوگروں سے مقابلہ:- فرعون نے انہیں دیکھا، تو کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لئے ستر ہزار جادوگروں کو جمع کیا، لاکھوں کے مجمع میں جادوگر ایک ایک رسی اور ایک ایک لاٹھی اپنی اپنی طرف سے میدان میں رکھ دیا، یہ سب رسیاں اور لاٹھیاں سانپوں کی شکل میں نظر آنے لگیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ذرا خوف زدہ ہوئے گھبرائے ارشاد ہوا

لا تخف انک انت الاعلیٰ اور والق عصاک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتیٰ

دیکھو موسیٰ تم ہرگز خوف نہ کرو، یہ جو لاٹھی تمہارے ہاتھ میں ہے اسے ڈال کر دیکھو تو سہی کہ ہوتا ہے کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد باری کے مطابق اپنی لاٹھی میدان میں جو ڈالی ہے تو فوراً ہی ایک بڑا سانپ نے سارے نمائشی سانپوں کو نگل لیا،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو دیکھتے ہی سارے جادوگر سجدہ میں گر پڑے، اور مسلمان ہوگئے، مگر بدقسمت فرعون کی سمجھ میں تب بھی نہ آیا! اس نے پھر بھی انکار کردیا اور کہا کہ موسیٰ تو ان تمام جادوگروں کا استاد معلوم ہوتا ہے، تم سب محض شکست دینے کے لئے یہ زرگری کر رکھی ہے۔

فرعون نے جادوگروں کو دھمکیاں دیں، مگر سب کے سب قائم رہے،

حق تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت تھی کہ صرف جادوگروں کو جو ہمارے مقابلہ کے لئے آئے تھے ایمان کی توفیق کیوں ہوئی، اور دوسروں کو نہیں ہوئی،

ارشاد ہوا، مجھ کو ان جادوگروں پر اس لئے رحم آگیا کہ ان

ان سب نے تمہاری شکل و صورت، تمہاری وضع قطع اور تمہارا لباس اختیار کر رکھا تھا تو میری رحمت نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ دوست کی شکل و صورت میں کوئی دو جنت کے خلاف رہے، مجھ کو ان کی ظاہری شکل و صورت پر پیار آگیا، اور میں نے سب کو ایمان کی توفیق دے دی۔

دیکھئے تشبہ بالصالحین کا کتنا بڑا نفع ہوا کہ ایک ایک دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ اور جنت کے حقدار ہوگئے۔

سوچیں وہ لوگ! جو کفار کے ساتھ تشبہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنے لئے کیا کر رہے ہیں!

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

پھر حضرت [illegible] نے [illegible] فرمایا کہ ہمارے سلسلے کے ایک بڑے شیخ کامل حضرت عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان پر ایک کیفیت خاصہ استغراق کی طاری رہا کرتی تھی، جب نماز کا وقت ہوتا خادم حق حق کہتا ہوا آگے آگے چلتا، حضرت اس کے ساتھ پیچھے پیچھے ہو لیا کرتے، مسجد میں صف کی جگہ لا کر، خادم کو کھڑا کر دیا کرتے، صف میں پہونچتے ہی وہ کیفیت بدل جایا کرتی تھی، پوری نماز ہوش کی حالت میں پڑھتے، اور پھر وہی کیفیت پیدا ہو جایا کرتی، پھر وہ خادم حق حق کرتا ہوا آگے آگے چلتا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی آواز پر اس کے پیچھے چلا کرتے، اپنی جگہ پر آکر اسی کیفیت میں مشغول ہو جاتے،

خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

سلسلہ گنگوہ میں حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی کا واقعہ بھی بیان فرمایا،

ان کے مرید حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت خواجہ صاحب کا ایک بار دل چاہا کہ ان کے گھر جا کر ملوں بہت دن ہوگئے ہیں۔ تشریف لائے تو شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ گھر میں نہ تھے، اندر خبر ہوئی تو گھر میں تردد پیدا ہو گیا، کیونکہ اکثر ان کے گھر فاقہ ہی رہا کرتا تھا، ان کے بچے فاقہ کو مہمان کہا کرتے تھے، لیکن حق تعالیٰ سے سب کو ایسا تعلق تھا کہ فاقہ میں خوش رہا کرتے تھے،

فاقہ میں بھی مسرت

غرض بیوی صاحبہ کو اس کی فکر ہوئی پڑوس میں لوگوں سے آٹا، دال قرض مانگا تاکہ شیخ کی ضیافت ہو سکے مگر کسی نے نہیں دیا، خادمہ کے بار بار خوشی کے ساتھ باہر جانے اور مغموم صورت میں واپس آتے ہوئے دیکھ کر حضرت خواجہ صاحب نے خادموں کو بلایا اور پوچھا کہ بات کیا ہے، کہ تم گھر سے خوش جاتی ہو اور واپس ہوتی ہے مغموم ہو کر، خادم نے صاف عرض کر دیا کہ

حضرت شاہ صاحب کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا ہے اور آج بھی فاقہ ہے، بیوی صاحبہ کو گوارا نہ ہوا کہ معزز مہمان کو فاقہ کرایا جائے اسلئے میں مسجد میں بار بار اسی لئے گئی تھی کہ کچھ آٹا دال قرض لا کر آپ کے لئے کھانا تیار کر دوں، مگر کسی نے نہیں دیا،

حضرت خواجہ صاحب نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر دیا اور کہا کہ گیہوں خرید کر لاؤ اور ایک برتن میں رکھ دو، ایک تعویذ بھی دیا کہ اس میں ڈال دو، اور اس کا منہ بند کر دو، جتنی ضرورت ہو سب اسی سے پوری کیا کرو نمک، سالن، دال خریدو، اور روٹی بھی پکایا کرو، انشاء اللہ تعالیٰ برکت ہوگی، خواجہ صاحب تو ایک دو دن کے بعد تشریف لے گئے اور

شاہ ابوالمعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان توکل

خواجہ صاحب تو ایک دو دن کے

کے بعد تشریف لے گئے اور کچھ دنوں بعد حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ گھر واپس آئے تو دونوں وقت پابندی سے دو تھالیاں دسترخوان پر آنے لگیں، اب فاقہ ہوتا ہی نہیں تھا، شاہ صاحب نے اہل خانہ سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ حضرت پیر صاحب تشریف لائے تھے، نیز جو واقعات ہوئے تھے تفصیل کے ساتھ سنا دیئے گئے۔

فرمایا کہ تعویذ کہاں ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ غلہ کے برتن میں ہے برتن منگوا کر تعویذ اس میں سے نکالا، اپنی پگڑی میں رکھ لیا اور فرمایا کہ اس مبارک تعویذ کا حق یہی ہے کہ میرے سر پر رہے تاکہ اس کی برکت مجھ کو حاصل ہوتی رہے، گیہوں فقرا کو صدقہ کر دیا ان کا فاقہ اضطراری نہیں تھا بلکہ اپنی مرضی اور خوشی سے اتباع سنت میں فاقہ اختیار کر رکھا تھا چنانچہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارا فاقہ اختیاری ہے اضطراری نہیں۔

پیر کے نام کا وظیفہ

شاہ بھیک صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ گذرے ہیں، ان کا سلسلہ بھی ابھی تک چل رہا ہے، ہمارے عرف میں ان کے مریدین ہیں، یہ لوگ یا بھیک یا بھیک کا وظیفہ پڑھا کرتے ہیں، اس کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتدا میں لفظ اللہ حرف ندا "یا" کے بعد مذکور رہا ہوگا یعنی یا اللہ بھیک دے، یا اللہ بھیک دے، کہا کرتے ہوں گے، اس میں تو کوئی حرج نہ تھا، کیونکہ اللہ سے بھیک مانگنے میں تو ثواب ہی ہے۔ مگر بعد کو بہ سبب غلبہ جہل اور کثرت استعمال کے "اللہ" کا لفظ جو منادیٰ تھا، اسے حذف کر دیا اور اب یا بھیک یا بھیک کہا کرتے ہیں، اس عمل میں جہل اور کثرت استعمال کے علاوہ شیطان کا بھی ہاتھ ہے کہ وہ ہر طریقے سے دشمنی کرتا ہے اور اہل ایمان سے ایسی حرکتیں کراتا ہے جن سے حق تعالیٰ ناخوش ہو جائیں، اب دیکھئے یہی دو کلمات کتنا خطرناک ہے، اگر لفظ "اللہ" کو محذوف نہ مانا جائے تو صاف ندائے غیر اللہ

ہے جو کھلا ہوا شرک ہے والعیاذ باللہ، کیسی بے عقل کی بات ہے!

بزرگان سلف کا طرز امتحان

فرمایا: بزرگان سلف اپنے زمانہ خاص میں اپنے طالبین کی نہایت کڑی جانچ کیا کرتے تھے، تب سلسلہ میں داخل فرمایا کرتے تھے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ جن کا بھی اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کے شیخ حضرت خواجہ محمد صادق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو طالب ایک ساتھ ہی داخل سلسلہ ہونے کی غرض سے گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے بڑا ہی سخت امتحان لیا، فرمایا کہ تمہاری بیعت کی درخواستیں اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ تم یہ کلمہ پڑھو، "لا الٰہ الا اللہ صادق رسول اللہ"

ایک طالب نے تو فوراً ہی بلا چون و چرا مان لیا اور کلمہ کو اسی طرح جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب نے حکم دیا تھا پڑھ دیا، آپ نے اسے حسب وعدہ داخل سلسلہ فرما لیا۔

دوسرے نے کہا یہ تو شرک فی النبوۃ ہے، میں کس طرح ایسا کلمہ اپنی زبان سے نکالوں گا، فرمایا کہ تب میرے یہاں سے چلے جاؤ، میں تو مرید نہیں کروں گا۔

اس مجلس سے علیحدہ ہو کر یہ صاحب اپنے ساتھی پر غصہ ہوئے کہ بھلا تم نے ایسا کلمہ کس طرح پڑھ دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ بھائی اس میں حرج ہی کیا ہے، اصل میں دوسرا ٹکڑا یوں ہے لا الٰہ الا اللہ، رسول اللہ صادق یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، لفظ صادق یہ خبر مقدم ہے اب تمہیں بتلاؤ کہ اس میں کیا اشکال ہے، ان صاحب کی آنکھیں کھل گئیں، اپنی کرتوت پر بہت پچھتائے، اپنی بدقسمتی کا اقرار کیا، بہت معذرت کی کہ حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی معاف فرمائیے اب میں اسی طرح کلمہ

پڑھتا ہوں، مجھ کو بھی داخل سلسلہ فرما لیجئے۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔

اب وقت نکل گیا، اب ایسا نہیں ہو سکتا، اور مجھ سے تم کو نفع بھی نہیں پہنچ سکے گا، کسی اور شیخ کی تلاش کرو۔

امتحان طالب کا ایک اور واقعہ

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی حضرت والا نے یوں ارشاد فرمایا۔

ایک صاحب شیخ سے بیعت ہونا چاہتے تھے، شیخ ان کی درخواست کو ٹالتے چلے جا رہے تھے۔ شیخ نے لاکھ ٹالنے کی کوشش کی مگر طالب صادق تھے، کسی طرح نہ ٹل سکے۔

آخر میں مجبور ہو کر شیخ نے ان سے کہا کہ، تم بہت دنوں سے اصرار کرتے چلے آ رہے ہو، آج عشاء کے بعد تم میرے پاس آؤ، چنانچہ طالب شیخ کے حسب الحکم نماز عشاء کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔ تو شیخ نے فرمایا:۔

یہاں سے اتنی دور پر ایک مکان فلاں مقام پر ہے جس کا دروازہ ہوگا، تم وہاں جاؤ، کیواڑوں پر دستک دو، اس مکان سے ایک برقعہ پوش عورت باہر آئے گی اسے ساتھ لے کر یہاں پہونچا دینا۔

طالب حسب الحکم وہاں پہونچا، کیواڑوں پر دستک دی دروازہ کھلا اور ایک برقعہ پوش عورت واقعی باہر آئی، انہوں نے شیخ کے حکم کے مطابق خانقاہ میں پہونچا دیا، وہ عورت سیدھے شیخ کے حجرے میں داخل ہو گئی۔

صبح ہوتے ہی شیخ نے اسی طالب سے کہا کہ اس عورت کو ساتھ لے جا کر اسی مکان میں پہونچا دو اور ایک گھڑا پانی بھر کر غسل خانہ میں رکھ دو، پھر شیخ نے غسل فرمایا اور جماعت سے نماز پڑھی۔

نماز کے بعد اس طالب کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا:۔

"تم نے بیعت کی درخواست کی تھی، میں نے تمہارے سامنے بہت سی باتیں رکھیں، تم سب کی تاویل کرتے رہے، اب کھلا ہوا واقعہ تمہارے سامنے ہے، اس کی کیا تاویل تمہارے پاس ہے؟"

عرض کیا! حضرت تاویل تو اس کی میری سمجھ میں واقعی نہیں آئی!

مگر بات یہ ہے مجھ کو یقین ہے کہ آپ سے حکم الہٰی کی مخالفت نہ ہوگی اور بطور فرض، تقاضائے بشریت سے اگر ہو جائے بھی تو آپ فوراً تائب ہو کر اپنے اسی مقام پر قائم رہیں گے، اس لئے میری درخواست اس واقعہ کے بعد بھی یہی ہے کہ داخل سلسلہ فرما لیا جائے۔

شیخ نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا:۔

"میں نے تمہارا بہت سخت امتحان لیا، تم اس میں کامیاب رہے، برقعہ پوش عورت میری بیوی ہے، تمہارے امتحان کے لئے میں نے سب باتیں اسے پہلے ہی سمجھا رکھی تھیں۔"

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:۔

دیکھئے کیسا سخت امتحان لیا اور طالب بھی کیسا صادق تھا، واقعی سچی طلب اور سچے یقین سے ہی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

مشائخ چشتیہ مقبولان الٰہی ہیں

سلسلہ گفتگو میں فرمایا:۔

"مشائخ چشتیہ رحمہم اللہ مقبولان الٰہی ہیں، اور بعض واقعات جو مشہور ہیں ممنوعات کے وہ عذروں پر محمول ہیں، حضرت رحمۃ اللہ نے ایک کتاب "مشائخ چشت رحمہم اللہ کے متعلق لکھی ہے، جس میں اوّل مسائل فقہیہ لکھے ہیں، پھر تفصیل سے ان اعذار بیان فرمایا ہے" احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

مولوی طالب آپ نے دیکھی تو ہوگی

عرض کیا، حضرت بہت دنوں پہلے دیکھی تھی، اب مضامین یاد نہیں رہے۔

فرمایا:۔ اب دیکھئے بہت ہی مفید ہے، بہت ہی ضروری مضامین ہیں اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا:۔

عذر صحیح معتبر ہے

ان بزرگوں نے تو اعذار حقیقی کی بناء پر ان ممنوعات کا استعمال فرمایا ہے اور اب محض تقلیداً اس کا ارتکاب کیا جارہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تقلید میں بھی نہیں، بلکہ محض اپنی خواہشات نفسانی کی اتباع میں ان ممنوعات و محرمات کا استعمال کیا جارہا ہے۔

وہ حضرات آتش محبت میں جل رہے تھے، دل میں آگ لگی ہوئی تھی، سماع سے ذرا اس کی تسکین ہوجاتی تھی، جان بچ جاتی تھی، ورنہ ایسی کیفیت ہوتی کہ جان ہی نکل جائے، معذور تھے۔

اب تو یہ حال ہے کہ مسجد میں اذان ہورہی ہے، نماز کے لئے اقامت ہورہی ہے، نماز جماعت سے پڑھی جارہی ہے، اور ادھر قوالی کی مجلس جمی ہوئی ہے، باجے بج رہے ہیں، اچھل کود ہورہی ہے۔

یہ خوب محبت ہے اللہ کی اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی، نماز کی پرواہ نہیں، مسجد کا احترام نہیں، جماعت کا خیال نہیں! واقعی اگر آتش عشق دل میں ہوتی تو طاعات الٰہیہ کیلئے بے قرار ہوکر دنیا سب کچھ چھوڑ دیتے، ان اکابرین کا حال تو یہ تھا کہ دل میں واقعی محبت اور اطاعت کی ایک آگ لگی ہوئی تھی اور یہاں نمازوں کی یہ قدر ہے تو پھر طاعات نفلیہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن وغیرہ کی طرف کیا توجہ ہوسکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن بزرگوں کے متعلق یہ واقعات منقول ہیں، وہ معذور تھے، انہوں نے عذر سے اس کا استعمال کیا تھا۔

ان کا عذر مقبول تو ہے بیشک، لیکن! ان محرمات و ممنوعات میں ان کی تقلید ہرگز جائز نہیں، اچھی طرح سمجھ لیں۔"

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

افادات حضرت شیخ

عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سماع تھے، ان کے زمانہ میں گنگوہ میں ایک محتسب آیا۔ خدمت میں حاضر ہوا، پوچھا سنا ہے "آپ سماع سنتے ہیں، ممنوعات شرعیہ کی اجازت نہیں، بند کردیجئے"

فرمایا، بہت اچھا، جب شرعاً اجازت نہیں ہے، میں نے بند کردیا، قوالوں کو منع فرمادیا، سماع موقوف کردیا،

اتفاق سے شیخ پر ایک سخت حالت طاری ہوئی، قوالوں کو بلایا، محتسب کو بھی اطلاع دیدی، اور فرمایا:۔

بھائی میں اپنے حالات سے مجبور ہوں، میں سماع سنوں گا تم اگر اس کو بند کرسکو تو بند کردو، دلّہ درہ کے گرتا، جب درد والا پڑا آیا، سنتے ہی اس پر بھی ایک خاص حالت طاری ہوگئی، آپے سے باہر ہوگیا، تڑپ اٹھا، بہت عاجزی سے درخواست کرنے لگا۔

"حضرت! فوراً مجھ کو داخل سلسلہ فرمالیجئے، ورنہ میری جان نکل جائے گی"

حضرت شیخ نے اسے داخل سلسلہ فرمالیا، تب کہیں اسے سکون حاصل ہوا۔

غرض پہلے بزرگوں کے حالات ایسے ہوتے تھے کہ واقعی وہ معذور ہوتے تھے، بحالت عذر ہی کسی ممنوع شرعیہ کو استعمال فرماتے تھے، وہ بھی بطور معالجہ کے، جیسا اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ حضرات تمام حلیۂ احمدی میں اتباع

سید قطب شہید
محمد نصر اللہ خاں

منقولات

عالم آخرت اور ضمیر انسانی

(پہلی قسط)

اس کرۂ ارضی پر انسان کی زندگی بڑی مختصر ہے۔ اس عالم فانی میں اس کا قیام بس چند روزہ ہے۔ زندہ رہنے کی خواہش انسان کی فطری خواہش ہے۔ دنیا میں اس کی ضروریات اور حاجتیں ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں۔ آرزوئیں اور تمنائیں بے پایاں ہیں! لیکن اسے — آخر یہاں دوام کس کو ہے؟ ایک نہ ایک دن اُسے مرنا ضرور ہے! اُسے موت آئے گی اور اس کی حاجتیں اور ضرورتیں دل کی دل ہی میں رہ جائیں گی۔ اس کی آرزوئیں اور تمنائیں دنیا میں اسی طرح دھری کی دھری رہ جائیں گی جس طرح کہ وہ اپنے پیچھے اپنے عزیز و اقارب کو ہمیشہ کی جدائی اور علحدگی کا صدمہ پہنچا کر داغ مفارقت دے جائے گا۔ کیا اس اندوہناک جدائی کے بعد باہم ملاقات کی کوئی صورت نہیں؟ ...

بس یہ ہے پہلا نقطہ!

انسان جب اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالتا ہے تو اسے چاروں طرف خیر و شر باہم زور آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ نیکی اور بدی — یا جس کو وہ نیکی اور بدی سمجھتا ہے باہم برسرپیکار ہیں۔ اس معرکے میں شر ابھرتا ہے اور بدی دندناتی ہے۔ اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ شر خیر پر اور بدی نیکی پر غالب آجاتی ہے۔ انسان اپنی اس مختصر سی چند روزہ زندگی میں اپنی آنکھوں کے سامنے اس کا کوئی ردعمل ہوتے نہیں دیکھتا۔ اور خیر و شر کے دور رس نتائج اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

جس زمانے میں انسان ابھی عالم طفولیت ہی میں تھا، جب اس نے ابھی متمدن زندگی اختیار نہیں کی تھی بلکہ جنگلی چوپایوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا یعنی زندگی جس میں کسی کو تکلیف دینے اور نقصان پہونچانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ اس وقت "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون رائج تھا۔ زندہ رہنے کا حق صرف اسی کو حاصل تھا جو طاقتور اور غالب ہو۔ اس کے بعد جب انسان کے شعور میں قدرے پختگی آئی اور اس کا ضمیر کچھ بیدار ہوا تو اسے یہ بات گراں گزرنے لگی کہ نیکی اور بھلائی مغلوب ہو کر رہیں۔ اور انہیں ابھرنے کا کوئی موقع نہ ہو۔ اور شر اپنے انجام کو نہ پہنچے حالانکہ ایک منصف و عادل خدا کی ہستی کا یقین و اعتقاد قطعی تقاضا کرتا ہے کہ خیر و شر اپنا اپنا بدلہ پائیں اور اگر اس دنیا میں اس کی نوبت پر پورا نہ ہو تو ایک دوسرے عالم میں اس کا پورا ہونا ضروری ہو۔

یہ ہے دوسرا نکتہ!

فیصلہ اوسیرس خود کرتا ہے۔ اس کام میں تھوتھ (THOT) انوبیس (ANUBIS) ہورس (HORUS) اور مماثت نیز دوسرے بیالیس دیوتا اس کی معاونت کرتے تھے۔ جب عدالت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ مرنے والے کی برائیوں کی نسبت اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے تو اسے ابدی زندگی کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ اور وہ اوسیرس کی مانند ہو جاتا ہے اور جب عدالت یہ فیصلہ دیتی ہے کہ اس نے اپنی دنیوی زندگی میں برے اعمال کا ارتکاب کیا تھا تو اس کی سزا یہ قرار پاتی ہے کہ اسے درندے پھاڑ کھائیں یا اسے جلتی آگ میں ڈال دیا جائے یا اسے دوسری بہت سی سزاؤں سے کوئی سزا دی جاتی ہے۔"

استاذ مرحوم نے اس حساب وکتاب آخرت کے بارے میں بحث کرتے ہوئے "کتاب الموتیٰ" میں سے جو حکومت وسطیٰ کے عہد میں پائی گئی ہے یہ عقیدہ مخصوص طور پر یوں بیان کیا ہے:۔

"وہ اس محاسبۂ آخرت کو مجسم شکل میں پیش کرتے اور اس تصویری مجسمہ کو کتاب الموتیٰ میں رکھ دیتے تھے۔ میت کے تابوت پر عدالت، عدالت میں پلہ مات کی پیشی اور میزانِ عدل کی تصویر ہوتی، عدالت میں اوسیرس اپنا عصا اور چابک اٹھائے اپنے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا۔ دیوتاؤں میں سے بیالیس منصف اس کے ساتھ ہوتے۔ اور پورے کا پورا مصر یہاں بیالیس علاقوں میں یوں منقسم دکھائی دیتا گویا کہ ہر منصف ایک علاقے کی نمائندگی کر رہا ہے۔ جب کوئی میت لائی جاتی انوبیس اسے وصول کرتا اور اس کا دل نکال کر میزانِ عدل کے ایک پلڑے میں اور "معات" دیوی کا بت یا اس کے بال دوسرے پلڑے میں ڈال دیتا۔ بعد ازاں تھوتھ میزان کی جانب کھڑا ہو جاتا۔ یہ نتائج وہ اوسیرس کے حوالے کر دیتا۔ تھوتھ کے قریب ایک درندہ "امامیت" جس کا سر مگرمچھ کی مانند اور جسم شیر جیسا ہوتا۔ دہشت ناک شکل بنائے کھڑا ہوتا تاکہ جس میت کے نگلنے کا حکم ہو اسے وہ نگل جائے۔ بعض تصویروں میں عدالت کے قریب ایک مخصوص مقام آگ جلتی دکھائی دیتی تاکہ گنہگاروں کو اس میں ڈال دیا جائے۔ ترازو میں دل گویا میت کے زندگی بھر کے اعمال کی نمائندگی کرتا۔ کیونکہ اس کا مالک زندگی میں نیک و بد جو کچھ بھی وہ کرتا ہے دل اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔"[1]

استاذ مرحوم ایک قدیم مصری قصے کا ذکر بھی کرتے ہیں جس میں ایک ایک نوجوان ستوزریس کے اپنے ساتھی ([illegible]) کی معیت میں عالم آخرت کی طرف سفر کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس نے یہ سفر عالم آخرت میں حساب وکتاب اور جزا وسزا کا طریقہ دیکھنے کے لئے اختیار کیا ــــ ادب اور مذہب کی تاریخ میں عالم آخرت کا یہ پہلا سفر ہے ــــ یہ قصہ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ خیر وشر، جزا وسزا اور محاسبۂ آخرت کی فقر وفاقہ، دولت وثروت اور دوسرے مظاہر زعم وفخر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔

"ساتنی ایک روز اپنے گھر کے چھت پر گیا تو اس نے دیکھا کہ منفس سے پہاڑی کی طرف کسی امیر آدمی کا جنازہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ جا رہا ہے۔ نوحہ گر عورتوں اور مشایعت کرنے والے مردوں کا ایک جم غفیر جلوس کی شکل میں ساتھ ہے۔ لیکن اسی وقت اس نے دیکھا کہ ایک غریب آدمی کا جنازہ بھی جا رہا ہے جو گھاس کی چٹائی میں لپٹا ہوا ہے۔ ساتھ نہ کوئی مشایعت کرنے والا ہے اور نہ کوئی جلوس۔ یہ منظر دیکھ کر وہ فوراً اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اس کی آرزو یہ ہے کہ آخرت میں اس کا انجام بھی اسی امیر کا سا ہو نہ کہ اس غریب کا سا۔ ستوزریس نے جواب دیا کہ وہ اس کے برعکس اس کے لئے غریب کے سے انجام کی آرزو رکھتا ہے نہ کہ امیر کے سے انجام کی۔ اس پر باپ بڑا حیرت زدہ ہوا۔ بیٹے نے باپ کے تیور دیکھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تاکہ اسے دونوں کا

[1] رشید اختر: تاریخ مذاہب صفحہ ۱۰۱ ـــ ۱۰۰

وہ نوعِ انسانی جس نے اس دنیا کو آباد کر کے اس کے بنانے اور سنوارنے کے لئے جو کچھ اس سے بن پڑا اس نے کیا، کیا اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو ایک کیڑے یا مکوڑے یا چوپائے کا ہوگا؟ — کیا اس کے لئے ایک نہایت مختصر سی چند روزہ زندگی کافی ہے جس میں کوئی کامل چیز اپنے درجۂ کمال کو کبھی بھی نہیں پہنچ سکتی؟ — تو پھر کیا ہر چیز تکمیل سے پہلے ابدی زندگی میں پہنچ کر خاتمے سے ہمکنار ہو جائیں گی؟ —

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے یہ تصور سخت روح فرسا ہے کہ اس کا انجام بھی اسی طرح کا بُرا اور ذلت آمیز انجام ہو جس طرح کا انجام ایک کیڑے مکوڑے یا کسی دوسرے جاندار کا ہوگا۔

یہ ہے تیسرا نکتہ! —

یہ نکات دراصل فکر و خیال کے اہم سرچشمے ہیں جو یکے بعد دیگرے ذہنِ انسانی میں پھوٹتے ہیں عقیدۂ آخرت کا سوتا بھی انہی میں پھوٹ کر نکلتا ہے اور جس طرح فکر و خیال کا پہلا سوتا اس کا پتہ دیتا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کی قدر و قیمت کا شعور حاصل ہے اور تیسرا اسباب پر دال ہے کہ اس میں اپنی نوع جنس کی وجہ سے جذبۂ افتخار موجود ہے۔ نیز یہ کہ وہ اس بات کا منتظر ہے کہ کارکنانِ قضا و قدر اس کے کارنامۂ زندگی کا حساب کتاب کرنے والے ہیں۔ اس لئے اس کی یہ مختصر سی انفرادی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کا خاتمہ نہیں کر دے گی۔ بلکہ اس مقصد کے لئے ایک دوسری زندگی کا آغاز ہونے والا ہے۔ اسی طرح فکر و خیال کا دوسرا سوتا اس کے ضمیر کی بیداری، اس کے احساس انصاف پسندی نیز بھلائی اور برائی کے دور رس نتائج پر اس کے پختہ یقین کی علامت ہے۔

فکر و خیال کے یہی سرچشمے فی الحقیقت وہ "روحِ انسانیت" ہیں جو اپنی عمیق ترین گہرائیوں میں اور بلند ترین رفعتوں پر پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہیں۔

قدیم اہلِ مصر اور عقیدۂ آخرت

تاریخِ انسانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے زندہ و بیدار ضمیر میں سے جو نئے دانا فکر و نظر کا سب سے پہلا سوتا قدیم مصر میں پھوٹا۔ موت کے بعد خیر و شر کے حساب کتاب کا عقیدہ نیز بھلائی برائی کی عادلانہ جزا و سزا کا تصور بھی پہلے پہل قدیم مصر میں نمودار ہوا۔ جہاں تک جدید تاریخی تحقیقات ہماری راہنمائی کرتی ہیں پتہ چلتا ہے کہ عقیدۂ آخرت کے اس معمورۂ ارضی کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنے میں دو ہزار برس سے زیادہ مدت لگی چنانچہ ۲۵۰۰ سال قبل مسیح کے لگ بھگ (فراعنۂ مصر کے پانچویں خاندان کے عہد میں) اگرچہ اس سے پہلے اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اہل مصر کے ہاں عالمِ آخرت کا تصور موجود تھا اس عالمِ آخرت میں نیک و بد کی جزا و سزا پر بھی وہ یقین رکھتے تھے۔

اس زمانے میں یہ عقیدہ صرف مذہبی لوگوں اور کاہنوں تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ وسط درجے کے عوام بھی اس کے معتقد تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عقیدے کی جڑ گہری تھی اس تاریخ سے بھی کہیں پہلے روشن ہوئی تھی۔ استاذ عبدالقادر حمزہ مرحوم اپنی مستند ترین کتاب "علی ہامش التاریخ المصری القدیم" میں اس عہد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:—

"اس زمانے میں اوسیرس [illegible] نامی دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ جو عوام میں وسیع پیمانے پر رائج تھی۔ اوسیرس کی پرستش کی اصل بنیاد یہ عقیدہ تھا کہ ہر انسان — خواہ وہ بادشاہ ہو یا ایک عام آدمی — موت کے بعد اپنی دنیوی زندگی کے بارے میں اپنی بالاتر خدائی عدالت کے سامنے جواب دہ ہے جس میں جزا و سزا کا

انجام دکھا دے۔ پھر اس نے جادو کے چند منتر پڑھے اور باپ کو جبل مغفس میں ایک مکان کی طرف لے گیا۔ دونوں ایک ایسی جگہ جا ٹھہر گئے جہاں مردوں کا حساب وکتاب ہوتا ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سات وسیع میدان تمام طبقات کے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے تین کے لوگ جزا پا چکے ہیں۔ وہ پہنچتے ہیں داخل ہوگئے، یہاں انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ آ جا رہے ہیں۔ اور گدھے ان کو پیچھے سے کھا رہے ہیں۔ کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جو اپنے سروں کے اوپر لٹکے ہوئے کھانے کو پکڑنے لپکتے ہیں لیکن وہاں تک پہنچ نہیں پاتے وہ مزید لپکتے چلے جاتے ہیں۔ اسی اثنا میں کچھ زمین کھودنے والے ان کے پیروں کے نیچے سے زمین کھودتے چلے جا رہے ہیں۔ جس سے لپکنے والوں اور کھانے کے درمیان فاصلہ اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ پھر وہ چھٹے میدان میں داخل ہوئے۔ جہاں انہوں نے نیک اور پاک لوگوں کی ارواح دیکھیں۔ ہر ایک اپنی علیحدہ قیام گاہ رکھتی تھی۔ دراں حالیکہ دروازے پر کچھ روحیں مجرموں کی حیثیت میں کھڑی ہو گریہ وزاری کر رہی تھیں۔

پھر انہوں نے دیکھا کہ دروازے کے نیچے ایک آدمی پیچھے کے بل گرا پڑا ہے۔ جس کی دائیں آنکھ میں دروازے کی چول (ء ملا ۸) رکھی ہوئی تھی۔ دروازہ کھولا یا بند کیا جاتا تو اس آنکھ میں گردش کرتا۔ دروازہ کھلتا یا بند ہوتا لیکن دروازے کی چول وہاں سے ہلنے نہ پاتی۔ اس شخص کے لئے اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ مارے تکلیف کے بیچارہ کراہ رہا ہے۔

پھر وہ ساتویں میدان میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو حساب کتاب کے دیوتا بیٹھے یکے بعد دیگرے مُردوں کے فیصلوں کا اعلان کر رہے ہیں۔ بڑا دیوتا اوسیرس دو کلغیوں والا تاج پہنے تخت پر بیٹھا ہے۔ دیوتا انوبس اس کے بائیں پہلو میں اور دیوتا تھوتؔ اس کے دائیں پہلو میں ہے۔ دارالحساب کی "مجلس قضاۃ" کے دوسرے دیوتا ان کے دائیں بائیں کھڑے ہیں۔ میزان عدل نصب ہے جس پر نیکیاں اور برائیاں تل رہی ہیں۔ جس کی برائیاں کا پلہ نیکیوں کی نسبت بھاری ہو جاتا ہے اسے امینت درندے کے آگے ڈال دیا جاتا ہے۔ وہ اسے پھاڑ کھاتا ہے۔ اور جس کی نیکیوں کا پلہ برائیوں کی نسبت بھاری ہو جاتا ہے اسے دیوتاؤں کی بارگاہ خاص میں لایا جاتا ہے اور اس کی روح آسمان کی طرف بلند مقام پر چلی جاتی ہے۔ البتہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جاتی ہیں۔ اسے نہ تو وہ درندہ پھاڑ کھاتا ہے اور نہ اسے دیوتاؤں کا قرب حاصل ہوتا ہے بلکہ اسے خدمت گاروں کے زمرے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

نوجوان نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ اوسیرس کے قریب ایک شخص نہایت فاخرہ لباس میں ملبوس بلند مرتبے پر فائز ہے۔ اس نے فوراً اپنے باپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا "کیا آپ نے اوسیرس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا ہے! یہ وہی غریب آدمی تو ہے جس کی میت آپ نے گھاس کی چٹائی میں لپٹی ہوئی دیکھی تھی اور جس کے جنازے کے ساتھ چلنے والا بھی نہ تھا۔ یہاں لا کر اس کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا گیا ہے۔

اس کی نیکیاں برائیوں سے وزن میں بڑھ گئی ہے۔ دیوتا تھوتؔ نے اس کے نامۂ اعمال میں یہ بات ثبت کر دی ہے کہ "اسے دنیا میں عیش وآرام کی زندگی سے بہرۂ وافر نصیب نہیں ہوا" پس اوسیرس نے حکم دیا ہے کہ اسے دیوتاؤں کی بارگاہ میں اعلیٰ مرتبہ عطا کیا جائے اور اسے وہ تمام نعمتیں دی جائیں جو دنیا میں اس امیر آدمی کو حاصل تھیں جس کے جنازے کو آپ نے بڑی دھوم دھام سے اٹھتے دیکھا ہے۔ اور وہ امیر آدمی! جب اس کی نیکیوں اور برائیوں کا موازنہ کیا گیا تو اس کی برائیاں نیکیوں سے بھاری نکلیں اسے سزا دی گئی اور وہ وہی شخص ہے جس کی دائیں آنکھ میں

دروازے کی چول بروقت حرکت کرتی ہے۔ اور اس بے تکلف کے جس کی
چیخوں کی آواز آپ تو دس سکتے ہیں ...."

یہ قصہ اس لحاظ سے بڑی قدر و اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے
قدیم مصریوں کے دنیوی ٹھاٹ باٹھ پر نگاہ پڑنے کی بجائے
عالم آخرت کے بارے میں ان کے نظریات، آخرت میں عدل وانصاف
کے بارے میں ان کی حد نگاہ (EXTENT OF ESTIMATION)
اور افراد انسانی کو ملنے والی جزا و سزا کے سلسلے میں ان کی وسعت نظر کا
اندازہ ہوتا ہے۔

محاسبۂ آخرت کے بارے میں مصریوں کے تصورات کا کامل
استقصار کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں "کتاب الموتیٰ"
میں سے کچھ عبارات نقل کریں جو خیر و شر کی مکمل تصویر پیش کرتی ہیں، چونکہ
خیر و شر پر ہی آخرت میں جزا و سزا کا انحصار ہے۔ دراصل "موتیٰ"
کا دوسرا فکر کا ملخص ہے جس کا ترجمہ استاذ عبدالقادر حمزہ نے کیا ہے۔
ان عبارات میں ایک مردے کی طرف سے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے
دیوتا اوسیرس کو خطاب کیا گیا ہے۔

"میں آپ کی خدمت میں حقیقت حال بیان کرنے اور گناہوں
سے اپنی برأت کا اعلان کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ میں کبھی برائی کے
نزدیک بھی نہیں پھٹکا، نہ میں نے کبھی حدود سے تجاوز کیا، نہ چوری
کی، نہ دھوکے سے قتل و خونریزی کی، نہ قربانی کے جانوروں کو کوئی
گزند پہنچایا، نہ کبھی جھوٹ بولا، نہ کسی کے آنسو بہائے، نہ میں نے
کسی کے دامن عفت کو داغدار کیا، نہ کبھی مقدس جانور کو
ذبح کیا، نہ کسی فرد و عدو زمین کی بربادی کا باعث بنا، نہ کسی کو گالی دی،
نہ میں نے کبھی غیظ و غضب کو اتنی چھوٹ دی کہ نا حق تک
پہنچ جاؤں، نہ میں نے کسی کی آبرو ریزی کی، نہ کبھی کلمۂ حق سننے
سے انکار کیا، نہ کبھی اپنے باپ اور بادشاہ کے بارے میں
سوئے ظن رکھا، نہ میں نے پانی کو گدلا کیا، نہ کسی آقا کو اپنے غلام
کے ساتھ برا سلوک کرنے پر ابھارا، نہ کبھی جھوٹی قسم کھائی،
نہ تول میں ڈنڈی ماری، نہ دودھ پیتے بچوں کے منہ سے کسی کو
دودھ لگانے سے روکا، نہ دیوتاؤں کے پرندوں کا شکار کیا،
نہ بغیر ضرورت کے پانی کی خواہش کی، نہ میں نے دوسروں پر ظلم
کے تیر برسائے، نہ ایسی آگ بجھائی جس کا جلنا ضروری ہو، نہ
دیوتاؤں کے استخفاف کا میرے دل میں کبھی گذر ہی ہوا........
میں بالکل پاک ہوں، بے گناہ ہوں۔" ثواب و عذاب کے بارے
میں ان کے تصور کا ایک پہلو ہم یہاں ما سبق میں پیش کر چکے ہیں، البتہ
یہاں اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ ان کے ہاں ثواب و عذاب کی ان صورتوں
کے علاوہ — جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور صورتیں بھی تھیں!

اہرام مصر کی کتبوں[ف] عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب
کے معنی ہیں: "دیوتاؤں کے ساتھ قیام کی غرض سے
یا دیوتا رع کے ساتھ اس کی کشتی میں اقامت اختیار کرنے
کے لئے تمام خطرات سے گذر کر آسمان کی طرف اوپر جانا۔" وہ لوگ
جو آسمان میں قیام کی نعمت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں انہیں "اہل مجد"
یا "اہل سعادت" کہتے ہیں۔ وہ مقام جہاں یہ قیام کرتے ہیں آسمان کا
مشرقی حصہ ہے۔ یا سمندر کی طرف کا مشرقی حصہ ہے کیونکہ اہل مصر
انہی دو سمتوں میں ساکن ستاروں کو دیکھتے تھے۔ اس لئے انہیں
"نجوم خالدہ" (ہمیشہ رہنے والے ستارے) کہتے تھے۔ ان کا خیال
تھا کہ وہ نعمت ابدی جو آسمان پر جانے والے خوش بختوں کو نصیب
ہوتی ہے اس کا گھر انہی ستاروں کے پاس ہے۔ اہرام مصر کی عبارات
میں "دار نعیم" کی تصویر کشی بس صرف اسی اجمال پر اکتفا نہیں کرتیں

ف غالباً مصنف کی مراد گلبرٹ مرے (GILBERT MURRAY) سے ہے جو "BACCHAE OF EURIPIDES" کا مترجم ہے۔

بلکہ ان کو پوری تفصیلات بیان کرتی ہیں۔ ان عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ "اہل مجد" کا قیام آسمان کے مختلف طبقات میں ہوتا ہے۔ ان طبقات میں ایک میدان "میدان طعام" کے نام سے موسوم ہے جہاں سے "اہل مجد" مختلف اقسام کے کبھی نہ ختم ہونے والے نئے نئے پسندیدہ کھانے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک دوسرا میدان "میدان یاور" کے نام سے موسوم ہے یہاں گوگر کا ایک بلند قامت درخت ہے جسے "شجر حیات" کہتے ہیں اسی کے نیچے دیوتا اور "اہل مجد" آرام کرتے اور اس کے پھل سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔"

"نعیم سماوی میں صرف یہی کچھ نہیں ہے بلکہ اس میں ایک طرف یہ چیز ملتی ہے کہ آسمان "نوت" اور وہ اژدہا جو سورج کو گھیری پہنچاتا ہے دونوں آسمان کی طرف آنے والے کو وہاں پہنچنے پر اپنے دونوں دودھ پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ان سے دودھ پی لے۔ جب وہ دودھ پی لیتا ہے تو دوبارہ دودھ پیتا بچہ بن جاتا ہے۔ وہ دیوتاؤں کے ساتھ روٹی کھاتا اور شراب پیتا ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے اس کی صحت اچھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ آج کل (گذشتہ) سے بہتر اور کل (آئندہ) آج سے بہتر ہوتا ہے۔"

یہ ہے خلاصہ ان تفصیلات کا جن کا ذکر اس "نعیم ابدی" کے بارے میں اہرام مصر کی عبارتوں میں ہوا ہے جو دنیا میں احسان اور نیکی کی زندگی اختیار کرنے والوں کو حاصل ہونے والا ہے۔ "کتاب الموتی" میں مظاہر ثواب کا ذکر ہے۔ مثلاً یہ کہ مرنے والا ایک میدان میں اوسیرس کے سامنے بیٹھے گا۔ پھر یارو کے میدان کی طرف جائے گا۔ روٹی اور تازہ و لذیذ نان خطائیاں کھائے گا۔ وہاں اس کے لئے گیہوں اور جو کے کھیت ہوں گے جن کے پودے سات سات ہاتھ لمبے ہوں گے۔ "ہورس" کے غلام اس کے لئے کھیتی کاٹیں گے تاکہ وہ آرام و آسودگی کے ساتھ کھائے۔ اسے "عالم زیریں" میں آنے جانے کی کھلی اجازت ہوگی۔ اسے اس بات کا بھی اختیار ہوگا کہ چاہے تو یارو کے میدان میں قیام کرے، چاہے تو "میدان طعام" میں ٹھہرے۔ دونوں مقامات میں اسے عزت و شرف کی زندگی حاصل ہوگی۔ کھیتی بونا اور کاٹنا اس کا مشغلہ ہوگا۔ وہاں اس کے لئے ہدایا ہوں گی جن سے وہ متمتع ہوگا۔ غرضیکہ یہاں وہ سب کچھ کرے گا جو وہ دنیا میں کرتا رہتا تھا۔ اس کے طبعی معمولات میں کسی نوع کی کمی نہ ہوگی۔

"عذاب" کی صورت، جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے یہ ہے کہ وہاں ایک وحشی درندہ ہوگا جس کا سر مگرمچھ کی طرح اور جسم شیر کی مانند ہوگا۔ یہ درندہ گنہگار کو نگل جائیگا۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہاں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی جس میں گنہگار کو جھونک دیا جائے گا۔ ایک دوسری صورت یہ بھی ہے کہ گنہگار سورج کی روشنی سے محروم بھوک اور پیاس کا شکار بنا اپنی قبر میں پڑا رہے۔ بعض اوقات اوسیرس کے دربار میں بیٹھے بیالیس منصفوں کے پاس تلواریں ہوں گی جن سے گنہگاروں کو ضربیں لگائی جائیں گی۔

"ساتی اور اس کے لڑکے کا قصہ جس کی طرف ہم نے قبل ازیں اشارہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تصور میں تعذیب کی ان کے علاوہ بھی صورتیں نکلتی تھیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک صورت میت کی آنکھ میں دروازے کی چول (A X L E) رکھ کر مستقل اور دائمی عذاب دینے کی ہے۔ یہ اس لئے کہ دروازہ کھلتا اور بند ہوتا رہتا ہے اور جب دروازہ کھلتا اور بند ہوتا ہے، میت مارے تکلیف کے کراہنے لگتی ہے۔

اسی طرح ایک صورت یہ بھی ہے کہ عذاب پانے والوں کے سروں کے اوپر کھانا معلق کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی خاطر اچھل اچھل کر لپکتے رہیں گے، جوں جوں وہ اچھلیں کھانا ان سے بعید تر ہوتا چلا جائے۔"

ممکن ہے آج ہم میں سے کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ عالم آخرت کے بارے میں اس نقطۂ نظر کے چاروں طرف شکوک شبہات کی غبار ہیں جن کی وجہ سے اس کی قدر و قیمت کم ہو کر رہ گئی ہے۔ لیکن ہم یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں یہ عقیدہ بت پرستی کے سائے میں پروان چڑھا ہے اور تاریخ انسانیت کے بچوں نے اس لئے اپنا راستہ نکالا اور اپنے پیچھے نقوش پا چھوڑے ہیں۔ تاریخ عالم میں اس کے وجود پر اب تک تقریباً پانچ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ اس کی عظیم قدر و قیمت کا اندازہ صرف اسی ایک سبب سے ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس کے ساتھ اس بات کا بھی اضافہ کریں کہ مصر میں تین ہزار سال سے زیادہ عرصے سے شاہ اخناتون کے مذہب میں بھی کسی حد تک عقیدۂ توحید سے روشناس رہا ہے تو اس ضمیر انسانی کی عظمت کا صحیح اندازہ کرنا ہمارے لئے آسان ہو جاتا ہے جو تاریخ انسانی کی درخشندگی میں یہاں تک لا دیاب ہے۔

ہمارے پاس اس کی عظمت کا اندازہ کرنے کا ایک اور پیمانہ بھی ہے قبل اس کے کہ دنیا کی کسی دوسری قوم کو عقیدۂ آخرت کا کچھ علم حاصل ہوتا اہل مصر کے ضمیر کو عقیدۂ آخرت کی طرف لا دیاب ہوئے۔ پورے ایک ہزار برس گذر چکے تھے۔ یہ بھی اس کی عظمت کا ایک نشان ہے۔

اس کے ایک ہزار سال بعد جب بابلی اور کلدانی عالم آخرت کے تصور سے متعارف ہوئے تو ان کے ہاں مُردوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے والی کسی آزاد عدالت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ نہ ان کے ہاں عالم آخرت میں خیر و شر پر کسی جزاء کا کوئی وجود تھا۔ بلکہ ان کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ مُردے زمین کے نیچے یا اس مشرقی حصے کے ایک تاریک مقام میں جسے وہ "ارالو" کہتے ہیں پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ جہاں دیوی "الات" ان کے مقدرات کا فیصلہ کرتی ہے چنانچہ مسپیرو اس سلسلے میں لکھتا ہے:۔

"اہل مصر کے نزدیک میت کے اعمال کا اندازہ کرنے میں اصل اہمیت اس دنیا میں کی ہوئی نیکی یا بدی کو حاصل نہ تھی۔ بلکہ اس پہلو سے ان کے ہاں اگر کوئی چیز وزن رکھتی تھی تو وہ یہ تھی کہ دنیا میں انسان نے قربانی جانور، نذر نیاز کے تحائف اور معابد کے لئے گانے بجانے کا سامان دیوتاؤں کے استھانوں پر بھینٹ چڑھا کر دیوتاؤں کے ساتھ عموماً اور دیوی الات کے ساتھ خصوصاً کسی تعلق خاطر کا مظاہرہ کیا ہے؟"

اس کے بعد عقیدہ انسانیت مزید ایک ہزار سال کی مسافت طے کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عقیدۂ آخرت کا ذکر اہل ایران کے ہاں مذہب زردشت میں اور یونانیوں کے ان قدیم داستانوں (MYTHOLOGY) میں ملتا ہے۔ جن پر ہومر (HOMERE) نے اپنی مشہور رزمیہ نظم اوڈیسی (ODYSSEY) کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اس میں خاص کر عالم سفلی (HDES) یعنی جہنم کا ذکر آتا ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ سراج الملفوظات

شریعت و سنت کے عاشق ہو کرتے تھے، اوامر و نواہی کے پابند ہوتے تھے بلکہ نوافل اور مستحبات کی پابندی فرماتے تھے، یہ نہیں کہ نماز بھی غائب، روزہ بھی ندارد، ڈاڑھی بھی رخصت اور بھنگ آزادانہ زندگی اس پر دعویٰ بزرگی و ولایت والعیاذ باللہ!

بغیر تحقیقی عذر کے ممنوعات میں مشغول ہو جانا نفس

[illegible] ۱۱۵ [illegible] ملفوظ [illegible]

حکیم عبدالمنان الصدیقی

جنّت کی نعمتیں

جنت الفردوس کی مہمانی

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ (سورہ کہف پارہ ۱۶ رکوع ۱۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نہ وہ وہاں سے کہیں جانا چاہیں گے۔

ان آیات میں توحید و سنت کی تعلیم اور اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔ ... حاصل یہ ہے کہ ایسے عیش و آرام میں ہوں گے کہ ہمیشہ رہنے سے اکتا نہ جائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی۔ کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

(ترجمہ از بیان القرآن و تفسیر از ...)

جنت میں ایمان والوں کا قیام

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن أهل الجنة ليتراءون أهل الغرف من فوقهم كما يتراءون الكوكب الدري الغابر في الأفق من المشرق لتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الأنبياء لا يبلغها غيرهم قال بلى والذي نفسي بيده رجال آمنوا بالله وصدقوا المرسلين۔ (رواه البخاري ومسلم)

الترغيب والترهيب فصل في درجات الجنة وغرفها ص ۹۶۶

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ والے جنتیوں کو جو اوپر کے بالا خانوں والے ہوں گے اس طرح دیکھتے ہوں گے جس طرح لوگ ڈوبتے ہوئے روشن ستارے کو پورب اور پچھم سے دیکھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ مقام صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے ہوگا؟ اور اس مقام بلند تک ان حضرات کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ لوگ بھی پہنچیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی۔

تشریح:-! اس حدیث شریف سے دو خاص باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اہل جنت کے مراتب میں فرق ہوگا، بعض جنتی بہت اونچے مقام پر ہوں گے اور نیچے کم درجہ والے ہوں گے۔ اس ارشاد سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خیال پیدا ہوا کہ اعلیٰ مقام فقط حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص ہوگا۔ لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ایسے حضرات کو بھی بلند درجہ جنت میں نصیب ہوگا جو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان و یقین رکھتے ہوں گے نیز انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہوں گے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کا اعزاز

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ۝ (سورہ قمر پارہ ۲۷ رکوع ۱۰)

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

مجرموں کے ذکر کے بعد یہاں سے متقیوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کا انجام بیان کرتے ہیں۔ مرتبہ اکرام کا بیان ہے کہ وہ اپنی سچی نیکی کی بدولت مقعد صدق کے بیچ دونوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے۔ جہاں شہنشاہ مطلق کا قرب ہوگا بڑی عزت ہوگی اور قرب اور جنت کی نعمت دونوں کا ساتھ ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔

عالیشان محلوں کو حاصل کرنے کی سہل ترکیب!

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا أحدثكم بغرف الجنة قال قلت بلى يا رسول الله بأبينا أنت وأمنا. قال إن في الجنة غرفا من أصناف الجوهر كله يرى ظاهرها من باطنها وباطنها من ظاهرها فيها من النعيم واللذات والسرور ما لا عين رأت ولا أذن سمعت قال قلت لمن هذه الغرف قال لمن أفشى السلام وأطعم الطعام وأدام الصيام وصلى بالليل والناس نيام (رواه البيهقي)

(ترغیب سلامتی ص ۹۶۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا، اے لوگو! کیا میں تمہیں جنت کے اونچے اونچے محلوں کے بارے میں کچھ نہ بتا دوں۔ حضرت جابر فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کیوں نہیں؛ اے اللہ کے رسول! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! (ضرور ارشاد فرمائیے) آپ نے فرمایا جنت میں ایسے ایسے تمام قسم کے جواہرات کے محل ہوں گے جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف صاف نظر آتا ہوگا۔ ان محلوں میں ان جنتیوں کو ایسی ایسی لذتیں، ایسی ایسی نعمتیں اور ایسے ایسے مزے حاصل ہوں گے جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا اور کسی کان نے نہ سنا ہوگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمائیے کہ یہ عالیشان محل کن لوگوں کے واسطے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا یہ محل ان لوگوں کے لئے ہوں گے جو ہر ایک سب کو سلام کرتے ہوں گے۔ لوگوں کو کھانا کھلاتے ہوں گے۔ روزہ پر مداومت کرتے ہوں گے اور جب سارے لوگ سو جاتے ہوں گے تب وہ راتوں کو نماز پڑھا کرتے ہوں گے۔

تشریح:-! سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں جنت کے محل کو حاصل کرنے کی ایک سہل ترکیب ارشاد فرمائی ہے۔

ایک اصلاحی مضمون

از مصلح الامۃ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ

دیکھا جاتا ہے کہ آج مدارس کی کمی نہیں ہے گاؤں گاؤں مدرسے کھلے ہیں۔ ہر ہر بستی میں اہل علم موجود ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ علم عام ہوتا، عمل ہوتا لوگوں کے دینی اور دنیوی حالات درست ہوتے لیکن باوجود اس کے لوگوں میں دین کا اہتمام نہیں ہے کوئی بستی ٹھیک نہیں ہے۔ یہی نہیں کہ دین درست نہیں ہے بلکہ دنیا بھی برباد ہو رہی ہے اور عام حالت یہی ہے، اور یہ حالت روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟

میری سمجھ میں اس کی وجہ یہ آتی ہے کہ اول تو ایسے مصلحین جو کتاب و سنت پر قوم کے حالات کا علاج کرنے کی اہلیت اور ذکر رکھتے ہوں نہیں ہیں اور جن میں یہ بات ہوتی ہے وہ یہ جانتا ہے کہ قوم کتنی اپنے مرکز سے ہٹی ہوئی ہے اور ان کو کتنا بعد اپنے مرکز سے ہو گیا ہے اور ان کو کس طرح سے مرکز کے قریب کیا جا سکتا ہے اور یہ کام کتنا دشوار ہے اور اس میں کس قدر اہمیت ہے اور اس میں صرف علم کی ضرورت ہے یا عمل کی بھی اور اگر عمل کی ضرورت ہے تو صرف ظاہری یا باطنی بھی اور اگر باطنی بھی درکار ہے تو ناقص یا کامل، یہ چیزیں اہلیت سے معلوم ہو سکتی ہیں ورنہ صرف صوری و ظاہری نماز روزہ کو لوگ دین سمجھتے ہیں اور ہر ایک کے پاس دین کی ایک ناتمام حقیقت موجود ہوتی ہے جس کو وہ کل دین سمجھتا ہے۔ بس ان کی مثال ویسی ہی ہے جیسے اندھوں کے پاس کوئی ہاتھی آگیا تھا جس کی حقیقت بیان کرنے کو سب نے اپنی اپنی تحقیق بگھاری جس کا ہاتھ اس کی دُم پر پڑا اس نے کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے مورچھل، اور دوسرے نے اس کے کان پکڑ کر کہا نہیں ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے سوپ، اور جس نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اس نے کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے تخت اور ایک نے اس کے پیر پکڑ پائے تو کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے کھمبا۔

دیکھئے اندھا پن بھی کتنی بری بلا ہے کہ اتنا بڑا صحیح و سالم ہاتھی کتنے ناتمام اجزاء میں تقسیم ہو گیا۔ اسی کو مولانا روم رحمہ فرماتے ہیں ؎

اشقیا را دیدۂ بینا نبود !
نیک و بد در دیدشاں یکساں نمود

یعنی اشقیاء کے پاس چشم بینا نہیں تھی اس لئے نیک اور بد دونوں ان کی نگاہوں میں یکساں معلوم ہو گئے۔

ہمسری با انبیا برداشتند
اولیا را ہمچو خود پنداشتند

چنانچہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے تھے

اور اولیا کو بھی اپنی ہی طرح سمجھتے تھے۔

پس جس طرح ان اندھوں نے ہاتھی کے صرف ایک عضو کو دیکھا اور اسی پر کل کا حکم لگا دیا جو کچھ نہ تھا اسی طرح آج دین کے بارے میں لوگوں کا حال ہے کہ اس کی حقیقت سے تو بے ناآشنا اور بعض ظاہری چیزوں کو لے کر اسی کو کل دین سمجھتے ہیں اور جو اصلی دین کی راہ دکھاتے ہیں ان کو نہیں سنتے بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس کا سبب ان کا اصلی راہ کو چھوڑ دینا ہوتا ہے اور اپنی بد اعمالیوں اور قلبی امراض میں ابتلا اور انہماک سبب بنتا ہے اصلی راہ کو چھوڑنے کا اور جب اصلی راہ کو چھوڑ چکتے ہیں تو اس کے بعد پھر صحیح راہ پر لگنا ان کے لئے نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور یہی نہیں کہ اس پر آنا نہیں چاہتے بلکہ جو لوگ ان کے سامنے اصل دین پیش کرتے ہیں ان سے انہیں نفرت اور ان کی باتوں سے وحشت ہونے لگتی ہے اور اس کے مصداق ہو جاتے ہیں کہ ؎

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے
میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

اصلی راہ روکنے والے جیسا کہ ہیں اس کے یہ گمراہی بھی سخت جاری ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کہیں کوئی اللہ کا بندہ کچھ کام کرنے والا ہوا بھی تو عوام کو ان کا جہل ان کی تعلیم کے اثر کو قبول کرنے سے مانع ہوتا ہے یہ اپنے جہل کو مرض ہی نہیں سمجھتے اور اس کو دور کرنا ہی نہیں چاہتے جیسے عالم علم کو کمال سمجھتا ہے یہ جہل کو کمال سمجھتے ہیں اور اپنے جہل و عناد کی حد تک پہونچ جاتے ہیں اور اور اب جہل و عناد کی قطعیہ فطرت کو فاسد کر دیتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اہل علم کے کہنے کے مطابق راستہ نہیں چلتا تو قوم کے جو سردار ہوتے ہیں جو اپنے ہوائے نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور احکام الٰہی کا بالکل بے پروا نہیں کرتے ان کے پیچھے ان کی تقلید کرنے میں چھوٹے اور بڑے سب فاسد الاخلاق اور فاسد الطبیعت ہو جاتے ہیں اس حالت پر پہنچ کر علاج کیا کیجئے کر سکتے ہیں۔ اصلاح بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح کہ نتائج اور اثرات میں سے یہ ہے کہ آج جا بجا ایک کبر استکبار اور عناد وغیرہ وہ تمام امراض پیدا ہو گئے ہیں جو کسی زمانہ میں کفار کے اندر موجود تھے اور جس طرح سے انہوں نے اپنی انہیں بداخلاقیوں کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ اور ان کا انکار کیا اسی طرح آج بھی انہیں صفات بد کی وجہ سے علم دین اور علم شریعت کا مقابلہ کرتے اور درحقیقت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے اور یہ سمجھتے بھی نہیں کہ ہم یہاں تک پہونچ گئے ہیں کیا اس حالت میں اب بھی سالم ہے ؟

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ غلط ہے ؟ کیا آج مسلمانوں کے عوام میں یہ چیز موجود نہیں ہیں ؟ اور کیا یہ بات فکر دینے کی ہے ؟ اور اس آواز کی طرف التفات نہ کرنا انصاف و دیانت ہے ؟

میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس کا سبب ان کا اصلی راہ چھوڑ دینا ہے اور اپنی بد اعمالیوں اور قلبی امراض میں ابتلا اور انہماک سبب ہوتا ہے اصلی راہ کو چھوڑنے کا اور ان بد اعمالیوں اور قلبی امراض میں حب دنیا ہو استیلا اور غلبہ ہے اسی طرح سے کہ اس میں دوسرے کسی کی گنجائش بھی باقی نہ رہے یہ بھی داخل ہے۔

محبت کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں محبوب کے علاوہ دوسرے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی جس کو نور البصیرت سے حصہ ملا ہے اور ان کے حالات میں غور کرے یہ سمجھ سکتا ہے کہ ان کو حب دنیا کے

استیلا نے ان کو آخرت سے بالکل بے گانہ بنا دیا ہے کہ اس کی ان کے قلوب میں گنجائش ہی باقی نہیں رہی ان میں یہ ہمت نہیں رہ گئی کہ دنیا کے ساتھ آخرت کا تعلق باقی رکھ سکیں اس قدر دنی الہمت و پست حوصلہ ہو گئے ہیں۔

یہ تو سمجھ کی بات ہے کہ دنیا کے ساتھ آخرت کا تعلق بھی قائم و باقی رکھا جائے اور اس کے حقوق میں کسی قسم کی کمی نہ ہونے دی جائے کہ عظیم کے سامنے حقیر کی حیثیت ہی کیا ہے اس کا مقتضا یہ تھا کہ دنیا کا گذر ہی ان کے دل میں نہ ہو تا کہ آخرت کریم ہے اور دنیا لئیم۔ آخرت اس دل میں آنا نہیں چاہتی جس دل میں دنیا ہو کیونکہ یہ کریم ہے اور کریم لئیم کے یہاں نہیں جاتا۔ یہ بزرگوں کا ارشاد ہے۔

آخرت باقی ہے اور دائمی ہے اور دنیا فانی اور زائل ہے فانی اور باقی میں نسبت ہی کیا ہے ان میں تو ایسی نسبت بھی نہیں ہے کہ دریا میں سوئی ڈالنے سے اس میں پانی کا جو قطرہ لگ جائے اور اس کو جو نسبت دریا کے ساتھ ہے دنیا کو آخرت کے ساتھ یہ نسبت بھی نہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی اور قطرہ و سمندر دونوں کے دونوں فانی ہیں اور فانی کو فانی کے ساتھ تو کچھ نسبت ہوتی بھی ہے اور یہاں ایک فانی ہے دوسرے باقی اس لئے یہاں تو وہ نسبت بھی نہیں اور جب یہ نسبت نہیں ہے تو یہ کہا جائے گا کہ یہاں موجود اور معدوم کی نسبت ہے یعنی ایک موجود ہے دوسری معدوم۔

ایک بڑی افسوس کی بات ہے کہ اس نسبت کو نہ سمجھا جائے ایک تو دنیا قلیل پھر اس کی عمر کے مقابلہ میں آدمی کی عمر اقل قلیل پھر اس کے تمتعات بھی اس دنیا میں جو ہیں وہ بھی اقل قلیل ہیں تو اس تمتع پر نظر کر کے تمتعات آخرت کو نظر انداز کر دینا کس قدر ضعف ایمان ہے۔

فکر آخرت جو مومن کے دل میں ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام کہ اس نے ساحرین کے سب عصاؤں کو ایک دم نگل لیا تھا اور اس کے آگے سب ختم ہو گئے تھے۔ اسی طرح مومن کے قلب میں جب فکر آخرت پیدا ہو جاتی ہے تو دنیا کے سب ہموم و غموم اس کے قلب کے آس پاس بھی نہیں آنے جاتے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

آسکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے
کہ خیالِ رخِ دلدار ہے دربان اپنا

یہ فکر لوازم ایمان سے ہے اب خیال فرمائیے کہ ایسا شخص کیسے دنیا میں منہمک ہو سکتا ہے اور کیسے اس سے شہوات و لذات کو ترجیح دے سکتا ہے؟

اب جو ترجیح ہو رہی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ فکر آخرت دل میں نہیں ہے۔

اور نہ اس کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اسی وجہ سے کسی کام کے نہیں رہ گئے۔ خدا کی نظر اعتبار سے ساقط ہو گئے۔

دنیا بھی چاہتے ہیں تو وہ بھی نہیں ملتی کیونکہ انہوں نے اپنے خدا کو ناراض کر دیا جس کے قبضہ میں دنیا اور آخرت دونوں ہے اور مومن جب آخرت کو چھوڑتا ہے تو اس کی دنیا بھی چلی جاتی ہے۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو جاتا ہے۔

پس اب اسی پر کلام کو ختم کرتا ہوں کہ آخرت باقی ہے اس کا بیان کما حقہ تو وہی ذات کر سکتی ہے جو باقی ہے۔ فانی سے اس کا کیا ذکر ہو سکے۔

قطعاتِ مجذوب رح

از حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

کرتا ہے دنیا میں جو، کر دین کے ہی باب میں — اختیارِ اسباب کر، اس عالمِ اسباب میں
بحرِ ہستی میں چلائے جا برابر ہاتھ پاؤں — ورنہ غرقِ آب ہوگا ایک موجِ آب میں

(۲)

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے — جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(۳)

لطفِ دنیا کے ہیں گئے دن کے لئے — کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یہ سمجھ — تو نے ناداں گل دیئے، تنکے لئے

(۴)

ہو جو رنگینی تو سنگینی بھی ہو — ہو جو سنگینی تو رنگینی بھی ہو
لطف جب ہے عشق بھی ہو عقل بھی — تجھ میں ترشی بھی ہو شیرینی بھی ہو

(۵)

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے — مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہو مجذوب اور یاد اپنے رب کی — مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

مراسلات بنام مدیر

(ایڈیٹر کا نامہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

محترم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم

آپ کا موقر جریدہ ماہنامہ اشرف العرفان پابندی کیساتھ زیر مطالعہ ہے۔ مجھے ایسا لگا کہ یہ جریدہ ملت کے ایک اہم گوشہ حیات کی کمی پوری کر رہا ہے۔ دراصل یہ جریدہ مہذب زدہ افراد اور غیر اسلامی سوسائٹی کے لئے مشعل راہ ہے۔ اپنے حلقے کے موجودہ حالات کے پیش نظر راقم نے اپنے خیالات کا اظہار چند سطور میں پیش کیا ہے۔ امید کہ اپنے جریدہ میں اشاعت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

"تاریخ ۱۷ / مارچ ۱۹۶۹ء کے ہفتہ وار "نقیب" کا صفحہ ۱۲ پر جناب فاضل مظفرپوری کے مضمون "حلقہ بیرول کا انتخاب اور مسلمان" سے بیحد متاثر ہوا۔ اور ان کی تجویز سے مکمل اتفاق ہے۔ کانگریس کے طویل المدت اقتدار سے بیرول حلقہ کے مسلم عوام ۱۹۶۲ء سے بیزاری کا گویا عہد کر چکے ہیں۔ اور جب سے یہ گذشتہ عبوری انتخابات تیسرا انتخاب ہو چکا ہے۔ جن میں مسلمانوں نے بڑی بیداری اور دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اللہ کا شکر ہے ہر بار کامیابی کا سہرا مسلمانوں کے سر رہا یعنی ہمیشہ غیر کانگریسی امیدواری کامیاب رہے۔ کامیاب امیدواروں نے مسلمانوں کی حتی الامکان دلداری کی اور احسان مند رہے۔ مسلم عوام ہر شعبہ حیات میں محفوظ و ترقی پذیر رہے۔ خدا کا فضل ہے موجودہ جن سنگھی فضا سے اس حلقہ کے مسلمان خائف بھی نہیں ہیں۔ بلکہ دندان شکن حوصلہ و جرأت رکھتے ہیں مگر گذشتہ عبوری انتخابات میں مسلم دشمن عناصر نے ایک کسی مسلمان کو صرف اس لئے کھڑا کر دیا کہ مسلمانوں کی اجتماعی طاقت منتشر ہو جائے یہ مقامی سربرآوردہ چند حضرات نے امیر شریعت مدظلہ العالی سے تاریخ ۱۹ / جنوری ۱۹۶۹ء بمقام موضع ریحوارہ تھانہ بیرول تبادلہ خیال خیال کیا۔ مولانا امیر شریعت مدظلہ نے سیاست سے اپنی بیزاری ظاہر فرما کر مسئلہ کو صاف کر دیا۔ لیکن محترم قاضی صاحب دارالقضاء سوپول جو مدرسہ رحمانیہ سوپول تھانہ بیرول کے مہتمم بھی ہیں دارالقضا کے وسائل کو کام میں لاتے ہوئے امارت شرعیہ سے کھلم کھلا مخالفت کر دیا۔ دارالقضا کے پیڈ پر اپنے احباب خصوصی کو خطوط روانہ کئے اور مدرسہ مذکور کے قریب چار سو طلبا و تمام اساتذہ اس کام پر جٹ گئے۔ فرقہ وارانہ بنیاد پر مسلم امیدوار کو ووٹ دینے کی ترغیب دی جانے لگی حتی کہ مقامی مسلم سیاست دانوں اور مدرسہ رحمانیہ مذکور میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور ۱۹۶۲ء سے جو اتحاد مسلمانوں میں تھا ایک قدیم دینی درسگاہ کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو گیا۔ عام مسلمانوں میں مدرسہ مذکور کے خلاف شدید نفرت پھیل گئی اور مدرسہ کے وجود کی افواہ گرم ہوئی۔

ایسے انتشار کے عالم میں بتاریخ ۹ / مارچ ۱۹۶۹ء مقامی حضرات نے عام مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد کیا۔ اور حالات کو قابو میں لا کر ایک انجمن کی بنیاد ڈالی جس کا نام "تنظیم المسلمین حلقہ بیرول" رکھا گیا۔ الحمد للہ اختلافات دور کئے جا رہے ہیں۔ تنظیم کا کام سرگرمی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ مطابق دستور انجمن مذکور چند ہمدردان ملت منتخب پورے حلقہ میں کام کر رہے ہیں۔ امید کہ مدرسہ مذکور قابل احترام اساتذہ و ذمہ داران حضرات تنظیم المسلمین کے کاموں میں تعاون فرمائیں گے اور گذشتہ تلخیوں کو فراموش کر دیں گے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں ۔۔ ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

([illegible] تنظیم المسلمین [illegible] حلقہ بیرول [illegible])

نزلہ اور زکام کو

معمولی سمجھ کر لاپرواہی نہ برتئے!



قیمت فی شیشی :- ایک روپیہ پچھتر پیسے

اکسیر صدر

نزلہ زکام کھانسی ہو، نئی یا پرانی خشک ہو یا بلغمی، گلے میں خراش ہو نزلاوی بخار کی حالت میں اگر سینہ جکڑ گیا ہو اکسیر صدر کی چند خوراک آپ کو راحت پہنچاتی ہیں۔

تیار کردہ نیشنل دواخانہ کلکتہ ۱

اس انمول سرمہ کے روزانہ استعمال سے کھوئی ہوئی بینائی اللہ کے فضل و کرم سے واپس آتی ہے۔ ایک بار بطور آزمائش آپ بھی ضرور استعمال کیجئے اس کے استعمال سے آنکھوں کے جملہ امراض مثلاً جالا، پھولا، ناخونہ، دھند، خارش چشم پانی گرنا، درد چشم دور ہو جاتا ہے۔ ایسے تمام حادثات میں سرمہ میرہ چشم ارکہ ضرور استعمال کریں۔



ملنے کا پتہ :- فیروز سرمہ اسٹورس نمبر 45/12 لوچیت پور روڈ۔ کلکتہ ۱

صرف پندرہ روپیہ فی اشاعت

ماہنامہ پرچے کے آخری صفحہ کے اندرونی حصہ میں ½ فی صفحہ اشتہار پر خرچ کر کے آپ اپنے محبوب ماہنامہ اشرف العرفان کے ذریعہ اپنی تجارتوں اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں۔ آج ہی آرڈر دیجئے

"مدیر و مالک"

MAY 1969
Regd. P. T. 105

Registration Licene by Press
Regestrar No. R. N. 17209/68

The ASHRAFUL - IRFAN Monthly

At /& P.o. POHADDI BELA, Via - K. NADIAMI, Distt. DARBHANGA
An Urdu Widely Circulated Monthly of Bihar

دو اکسیر

۱۔ مفرح صندل

مشک، زعفران، الائچی، مصطگی، مختلف قسم کے مفرح جڑی بوٹیوں کی روحوں اور پھلوں کے عصاروں سے جوہر آمد کی بنیاد پر کیمیاوی طریقہ پر تیار کیا گیا۔ نہایت ہی خوشبودار اور خوش ذائقہ مرکب ہے۔ اس کے استعمال سے دل کی دھڑکن، سر کا چکر، گھبراہٹ، اختلاج قلب اور دماغ کی کمزوری بہت جلد دور ہوتی ہے۔ ہمارے پچیس سالہ تجربہ میں اس دوا سے ہزاروں ایسے مریضوں کو فائدہ پہنچا ہے، جو انگریزی دواؤں سے تھک چکے تھے۔

یہ دوا دراصل دماغی کام کرنے والوں کے لئے ایک نسخۂ اکسیر ہے۔ ان طالب علموں، وکیلوں، ڈاکٹروں، پروفیسروں کے لئے [illegible] ہے جنہیں دماغی کام اور تعلیمی محنت بہت کرنی پڑتی ہے۔ یہ دوا اختلاج قلب، عورتوں کے ساتھ ہائی بلڈ پریشر کے لئے بیحد مفید ہے۔ ایک پاؤ کی قیمت ۸ روپے۔ آدھ سیر کی قیمت ۱۵ روپے اور ایک سیر کی قیمت ۲۹ روپے۔

۲۔ سفوف کق

مختلف نمکیات اور جڑی بوٹیوں کا ایک بہترین مرکب نمک ہے۔ قوت ہاضمہ کو بڑھاتا ہے، غذا فوراً ہضم کرتا ہے۔ پیٹ کے درد کو دور کرتا ہے۔ دست، قے، بدہضمی، پیٹ کی گڑگڑاہٹ اور پیٹ میں نفخ پیدا ہونے کی شکایت کو دور کر کے معدہ و جگر کو مضبوط بناتا ہے۔ جسم میں پھرتی اور چستی پیدا کرتا ہے۔ فوراً بجلی کی طرح کام کرتا ہے۔ ہر گھر میں رکھنا چاہیئے۔ پچیس برسوں سے لوگ اس کے مداح ہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ پچیس پیسے۔ فی درجن ساڑھے تیرہ روپے۔

ملنے کا پتہ

حکیم عبد المنان الصدیقی پوہدی بیلا، دربھنگہ

Label Litho Press, Patna—4